لطیفہ ۷

اصطلاحات تصوف

قال الاشرف لا ینبغی لا حد ان یشتغل فی اشغال التصوف الا ان یعلم علوم التعرف وعقائدہ و اصطلاحاتہ و مقاماتہ و اطلاق کلماتہ فی مجازی حالاتہ

حضرت اشرف نے فرمایا کہ کسی ایسے شخص کے لئے جو علوم تعرف اور اس کے عقائد، اس کی اصطلاحات مقامات اور کیفیات واحوال میں جو کلمات زبان سے ادا ہوتے ہیں ان کے اطلاق سے واقف نہ ہو اس کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ اشغال تصوف میں مشغول ہو۔

اصطلاحات تصوف کی اہمیت:۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جب مجھے حضرت شیخ عبدالرزاق کاشانی [۱] سے شہر کاشان میں شرف نیاز حاصل ہوا تو اس وقت کچھ ارباب تصوف اور اصحاب معرفت حضرت شیخ سے کتاب فصوص الحکم (مصنفہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ) پڑھ رہے تھے۔ میں بھی اُس درس میں شریک ہو گیا۔ وہ حضرات کتاب مذکور کا مقدمہ ختم کر چکے تھے لیکن حضرت شیخ نے اس خصوصی محبت اور مہربانی کے باعث جو آپ مجھ پر فرماتے تھے اس مقدمہ کا پھر اعادہ فرمایا۔ میں نے فتوحاتِ مکیہ کی ایک جلد اور ایک نسخہ اصطلاح کبیرہ شیخ اکبر آپ کی خدمت میں بطور نذر پیش کیا۔

ایک دن حضرت شیخ عبدالرزاق کاشانی نے اس فقیر اور بعض دوسرے اصحاب کی موعظت کے لئے فرمایا کہ جب تک طالبِ طریقت اور سالک راہ معرفت اس فن کی اصطلاحات کی باریکیوں اور حقائق سے کما حقہ' آگاہ نہیں ہو جاتا اور ان کی حقیقت اس کے ذہن نشین نہیں ہو جاتی اس وقت تک وہ کلماتِ صوفیہ کی باریکیوں اور اس طائفہ علیہ کے مقامات تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ اس کا تعارض دور کر سکتا ہے جو تصوف کی حقیقت کے سلسلہ میں آیات اور احادیث محکمات وارد ہوئی ہیں اور نہ وہ کلمات مشائخ کو ان کے محل راسخ پر صرف کر سکتا ہے۔ مثال کے طور پر

---

[۱] حضرت شیخ عبدالرزاق کاشانی قدس سرہ صاحب شرح کاشانی ومصنف فصوص وفلوک حضرت شیخ صدرالدین قونوی کے بعد شیخ اکبر ابن عربی قدس سرہ کے فلسفہ وحدت الوجود کے سب سے بڑے شارح سمجھے جاتے ہیں۔ اصطلاحات تصوف پر آپ کی تصنیف لطیف شرح کاشانی کے حاشیہ پر طبع ہو چکی ہے۔ احقر مترجم کے پاس بحمد اللہ یہ تمام سرمایہ گرانمایہ موجود ہے۔

http://Ashrafi.org

اسی آیہ کریمہ کو لے لیجئے[1] لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ ۚ وَھُوَالسَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ کہ اس آیت کا نصف تنزیہ میں وارد ہوا ہے اور نصف آخر ایک اصطلاح تشبیہ ہے۔ اگر طالب علم، علوم اصطلاح کا جاننے والا نہیں ہے تو پھر وہ کس طرح اس کو سمجھ سکتا ہے۔ اسی طرح بعض آیات ایسی ہیں جن سے موجودات کا عدم ثابت ہوتا ہے اور بعض آیات وجود کے اثبات پر دلیل ہیں (ان شاء اللہ حسب موقع اس کی تشریح کی جائے گی)۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ اسی طرح بعض رسائل تصوف کا بھی سمجھنا مصطلحات تصوف سے واقفیت کے بغیر ناممکن ہے۔ جیسے بشارت الاخوان، ارشاد الاخوان، فوائد الاشرف، اشرف الفوائد یا وہ رسالہ جو وحدت الوجود کی بحث میں اصطلاح تصوف کے مطابق سرزمین روم میں مَیں نے لکھا تھا۔ جب میں واپس سرزمین بنگال میں پہنچا تو اس سرزمین کے لوگوں نے اس کو پسند نہیں کیا۔ جس کا باعث یہ تھا کہ تصوف کی اصطلاحات کے دقائق اُس وقت تک اُس سرزمین میں نہیں پہنچے تھے۔ پس اس عدم واقفیت کے باعث لوگوں نے اس سے انکار کیا اور اس کے مباحث پر اعتراضات کئے **کما تضرع ریاح الوردبالجعل** (جس طرح گلاب کی خوشبو جعل نامی کیڑے کو مضطرب کر دیتی ہے) ۔ حسود گر نتواند شنید عیبی نیست (حاسد اگر نہ سن سکے تو کوئی حرج نہیں ہے)۔ جعل بود متنفر ز نگہت گل۔ (گوبر کا کیڑا پھول کی خوشبو سے نفرت کرتا ہے) چنانچہ اس خیال اور ضرورت کے تحت حضرت قدوۃ الکبرا نے اس خادم کو جو نظام غریب یمنی کے نام سے موسوم ہے حکم دیا کہ تصوف کی بعض اصطلاحیں جو ہم نے حضرت شیخ عبدالرزاق کاشانی سے فہم کی ہیں اور ان کی توضیح و تشریح سے وقوف حاصل کیا ہے ان کو اور جو حضرت شیخ اکبر (محی الدین ابن عربی) کی تصنیفات سے جمع کئے ہیں تحریر کرو تاکہ ہندوستان کے صوفیا بھی ان سے بہرہ مند ہو سکیں۔ پس حسب الحکم اس فن کو حروف تہجی کی موافقت کے ساتھ معرض تحریر میں لایا ہوں تاکہ طالب صادق حسب ضرورت فوراً اس تک پہنچ سکے صدقہ میں نبی کے اور ان کی بزرگ آل کے۔

شرف الف[2]

الالف:۔ الف سے اشارہ ہے ذات احدیت یعنی حق تعالیٰ کی طرف اس اعتبار سے کہ ازل الازال میں اول اشیا وہی ہے۔

الاتحاد:۔ وجود واحد کا شہود ہے۔ اس حیثیت سے کہ تمام اشیا حق کے ساتھ موجود ہیں یعنی وہ ظاہرہ موجود ہیں حق سے اور وہ معدوم ہیں اپنی ذات سے۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور ایسا وجود خاص موجود ہے جو حق کے ساتھ متحد ہے۔

---

[1] (اس کی مثل کوئی شے نہیں اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ پ ۲۵۔ شوریٰ ۱۱) [2] اصطلاحات میں جو باب بندی کی گئی ہے۔ اس میں ''باب'' کی بجائے مولف نے ''شرف'' کا لفظ تحریر کیا ہے۔ مثلاً بابِ الف کی بجائے شرف الف لکھا ہے۔

http://Ashrafi.org

الاتصال:۔ بندہ کا اپنے عین کو ملاحظہ کرنا ہے جو وجود احدی سے متصل ہے قطع نظر کر کے تقید سے اور اس کے تعین میں وجود حق سے اور اپنی جانب اضافت کرنے کو ساقط کر دینا ہے اور علیحدگی کو ہٹانا اور دوئی کو مٹانا ہے۔

الاثبات:۔ احکام عبادت کا قائم کرنا ہے موصلات وانوار تجلیات کے اثبات سے پہلے۔

الاحد:۔ اسم ذات ہے باعتبار تعدد صفات واسماء تعینات کے نہ ہونے کے۔

الاحدیۃ:۔ اعتبار ذات ہے۔ سب کو ساقط کر کے جس طرح کہ واحدیت سب کو ثابت کر کے۔

الاحدیۃ الاحدوالجمع:۔ ذات کا اعتبار ہے نہ ساقط کر کے نہ ثابت کر کے اس طرح کہ اس میں حضرت واحدیت کی نسبت داخل ہو جس طرح کہ ماہیت یا بشرط لاشی ہے یا بشرط شے ہے اور بشرط لاشے احدیت اور بشرط شے واحدیت ہے اور لا بشرط شے وحدت ہے اور احدیت بشرط شے احدیۃ الجمع ہے۔

الاحتجاب:۔ یہ کہ پردہ پر غالب ہو اور حجاب یہ کہ پردہ میں مغلوب ہو تو حق تعالیٰ کو محتجب کہہ سکتے ہیں، اور محجوب وحجاب نہیں بول سکتے۔

احصاء الاسماء الالٰھیہ:۔ اسماء الٰہیہ کی تحقیق ہے حضرت واحدیت اور احدیت میں رسوم خلقیہ کے فنا اور بقاء احدیت کی بقا سے لیکن احصاء اسماء الٰہیہ اسماء سے متخلق ومتصف ہونا موافق تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ (متصف ہوا اخلاق خدا سے) کے تو وہ جنت وراثت میں داخل ہونے کا سبب ہے بشرطہ فرمانبرداری نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْوَارِثُوْنَ ہلا الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ط ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ہ [1]	وہی وارث ہیں جو ٹھنڈے سائے والے باغوں کی میراث پائیں گے۔ وہ ہمیشہ انہیں میں رہیں گے

اور احصاء اسماء یوں کہ معانی پر یقین کرنا اور اس کے مفہوم پر عمل کرنا تو وہ جنت افعال میں داخل ہونے کو مستلزم ہے بشرط توکل کے مقام جزا وسزا میں۔ جس نے احصاء کیا داخل ہوا جنت میں۔

الاحوال:۔ بندہ پر پروردگار کی نعمتوں کا فیضان ہے اور نعمت یا نیک کام کے بدلے میں ہوتی ہے۔ یا نفس کی پاکی اور دل کی صفائی کے سبب سے یا محض کرم ہی کرم ہے اور احوال کو جو احوال کہتے ہیں اس سبب سے کہ پھیرنے والا بندہ کو پھیرتا ہے رسوم خلقیہ وطبقات دوری سے صفات حقیہ ودرجات قرب کی طرف اور یہ ہیں ترقی کے معنی۔

الاحسان:۔ بندہ کا محقق ہونا ہے بندگی کے ساتھ' مشاہدہ سے حضرت ربوبیت کے نور بصیرت سے یعنی حق کو موصوف پائے اور اس کی صفت سے اس کو دیکھے۔ اسی لئے فرمایا ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

---

[1] پ ۱۸ المومنون ۱۰-۱۱

http://Ashrafi.org

كَـاِنَّـكَ تَـرَاهُ (گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے) اس لئے کہ بندہ نے صفات کے پردوں کے پیچھے سے دیکھا ہے تو حق کو در حقیقت نہیں دیکھا اور اللہ تعالیٰ خود اپنے وصف (بصیر) کے ساتھ اپنی صفت کو دیکھنے والا ہے۔ نورِ بصیرت سے حق تعالیٰ کی رویت کا مقام محل روح میں مشاہدہ ہے۔

الاخلاص:۔ معائنہ الٰہی سے خلق کو خارج کر دینا۔ اس طرح جیسا کہ خارج کر دینا چاہیئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اخلاص میرے رازوں میں سے ایک راز ہے۔ میں نے اس کو اپنے بندوں میں سے اس بندے کے دل میں ودیعت رکھ دیا ہے جسے میں نے دوست بنالیا۔

شیخ یعقوب مکفوف فرماتے ہیں کہ مخلص وہ ہے جو اپنی خوبیوں کو (حسنات کو) اسی طرح چھپاتا ہو جس طرح اپنے گناہوں کو چھپاتا ہے۔ شیخ محمد بن مردزی فرماتے ہیں کہ ہر کام کی اصل کے دو مرجع ہیں (اصل دو ہیں جن کی طرف ہر کام رجوع ہوتا ہے)۔ ایک فعل تو اس کا ہے جس کا مرجع تیری ذات ہے اور ایک فعل تیرا ہے جس کا مرجع اس کی ذات ہے۔ جو کچھ اس نے کیا اس پر راضی رہنا اور جو خود کرتا ہے اس میں مخلص رہنا۔ اخلاص ہے (اما الرضا بما فعل والا خلاص فیما یفعل) پس اگر تم نے یہ کیا تو تم یقیناً سعید ہوا اور دونوں جہاں میں تمہاری آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی۔ شیخ ابو عثمان فرماتے ہیں کہ خالق کی طرف مداومت کے ساتھ نظر رکھنے کے باعث مخلوق کی دید کا فراموش کر دینا اخلاص ہے۔

الادراک:۔ ادراک دو طرح کا ہے۔ ادراک مرکب اور ادراک بسیط۔ ادراک مرکب سے مراد حق سبحانہ تعالیٰ کے وجود کا علم ہے۔ اس ادراک کا شعور رکھتے ہوئے اس طرح کہ وجود حق سبحانہ تعالیٰ معلوم ہے۔ اور ادراک بسیط یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے وجود کا علم ہونا۔ لیکن اس علم سے آگاہ نہ ہونا یہ جانتے ہوئے کہ معلوم صرف وجود حق سبحانہ تعالیٰ ہے اور کچھ نہیں۔

الادب:۔ شیخ اکبر (محی الدین ابن عربی) فرماتے ہیں کہ ادب سے کبھی تو ادب شریعت مراد لیا جاتا ہے اور کبھی اس سے مراد ادب الخدمۃ ہوتا ہے۔ اور کبھی ادب سے مراد ادب الحق ہوتا ہے۔ ادب شریعت تو یہ ہے کہ اس کے رسوم سے آگاہی ہو یعنی احکام شریعت سے آگاہی اس کا نام ادب شریعت ہے۔

ادب الخدمۃ:۔ ادب الخدمت یہ ہے کہ خدمت ادا کرنے میں یہ شعور باقی نہ رہے کہ خدمت کی جارہی ہے۔ "الفناء عن رویتھا." بحد مبالغہ یعنی خدمت بحد مبالغہ کی جائے عدم شعور خدمت کے ساتھ اس کی دید میں فنا ہوتے ہوئے۔

ادب الحق:۔ اس چیز کو جان لینا کہ کیا تمہارے لئے ہے اور کیا حق تعالیٰ کے لئے ہے۔ یعنی اپنے حق اور باری تعالیٰ کے حق سے معرفت حاصل کرنا' ادب الحق ہے اور صاحب ادب اہل بسیط سے ہوتا ہے۔

الارادۃ:۔ یہ پہلا مقام ہے سلوک کے مقامات میں سے شیخ ابو علی دقاق قدس سرہ فرماتے ہیں کہ مرید

http://Ashrafi.org

اس وقت تک مرید نہیں ہوتا جب تک اس کے لیے بیس سال تک صاحب الشمال ہونا نہ لکھ دیا جائے شیخ ابوبکر واسطی فرماتے ہیں کہ مرید کا پہلا مقام اپنے ارادہ کو ساقط کر کے ارادۂ حق کا ظہور ہے۔ ابوبکر الکتانی فرماتے ہیں کہ مرید کے لیے حکم ہے کہ اس میں تین چیزیں ہوں، غلبۂ خواب کے وقت سونا، کم کھانا، ضرورت کے وقت بولنا۔ عبدالرزاق [1] کاشی فرماتے ہیں کہ یہ آتش محبت کا ایک شعلہ اور انوارِ مودّت کی ایک چمک ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا کا فرمان ہے کہ یہ ذاتِ الٰہیہ کا تعلق ہے وجود و عدم میں سے ایک کی تخصیص کے ساتھ۔

ارایک التوحید:۔ وہ اسماء ذاتیہ ہیں جو مظاہر ذات ہیں پہلے بارگاہِ علم میں پھر حضرت عین میں۔

الاسم:۔ اصطلاح صوفیہ میں وہ لفظ نہیں ہے جو اپنے مصداق پر باعتبار وضع کے دلالت کرے بلکہ اسم ذات ہے مسمّٰی کا باعتبار صفتِ معیت کے اور صفت معیت باوجود یہ ہے جیسے علیم و قدیم یا عدمیہ ہے جیسے قدوس و سلام اور شیخ اکبر نے فرمایا کہ وہ بندہ کے حال پر حاکم ہے اسماء الٰہیہ سے۔

الاسماء الذاتیہ:۔ وہ ہے کہ اس کا وجود غیر کے وجود پر موقوف نہ ہو اگر چہ ایک اعتبار تعلق سے موقوف ہو اور اس کو اسماء اولیہ و مفاتیح الغیب و اسمیہ و ائمابیہ اور اسماء کہتے ہیں۔

استقامت:۔ شیخ واسطی فرماتے ہیں کہ یہ وہ خصلت ہے جس سے حسنات کامل ہوتے ہیں اور اس کے فقدان (گم ہو جانے) سے حسنات ناقص رہ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے [2] فَاسْتَقِمْ كَمَآ أُمِرْتَ (استقامت کرو جس طرح تم کو حکم دیا گیا ہے)۔

الاشارہ:۔ یہ ہوتا ہے قرب کے ساتھ مع حضور عین کے اور باوجود بعد کے بھی۔

الازل:۔ وہ ہے جس کی ابتداء یا اول نہ ہو۔

الابد:۔ وہ ہے جس کی انتہا نہ ہو۔

الاسم الاعظم:۔ اسم اعظم تمام اسماء کا جامع ہے یعنی ایسا اسم خداوندی ہے جو اس کے تمام اسماء کا جامع ہے۔ جس طرح دریا اپنی تمام شاخوں کا مجامع ہے [3]۔

الاصطلام:۔ دل پر جو حیرت غالب ہوتی ہے یعنی عشق الٰہی اور افراطِ محبت سے جو حیرت دل پر غالب ہوتی ہے۔ وہ اصطلام ہے۔ (یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ اصطلام وہ غلباتِ حق ہیں جو حکمت بندہ کو اپنا مقہور بنا لیتے ہیں۔ امتحان لطف کے لیے قلب ممتحن اور قلب مصطلم دونوں ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔ (شیخ ہجویری)

---

[1] شیخ عبدالرزاق کاشانی نے ارادت کی تعریف ایک مقام پر اس طرح بھی کی ہے کہ دل میں محبت کی ایک چنگاری ہے جو سالک کو حصول حقیقت کے لئے مستعد اور آمادہ بنا دیتی ہے۔ اگر ارادت نہ ہو تو داعی محبت کے لیے استعداد پیدا نہیں ہوتی۔ مترجم

[2] پ ۱۲ ھود ۱۱۲ [3] تعریفات میں کہا گیا ہے کہ اسم اعظم اللہ ہے۔

http://Ashrafi.org

الاعراف:۔ مقام طلوع ہےاور وہ اطراف پر نظر اٹھانے کا مقام ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِيْمٰهُمْ ج ۱ — اور اعراف پر کچھ مرد ہوں گے جو ہر ایک (جنتی اور دوزخی) کو ان کی علامت سے پہچانیں گے۔

(کتاب تعریفات میں اس کی تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ اعراف اس مقام سے مراد ہے جو اعراض کا مطلع ہے اور یہ مقام مقام شہودِ حق ہے)۔

الاعیان ثابتہ:۔ اعیان ثابتہ وہ اعیان ممکنات ہیں جو حق تعالیٰ کی صورِ علمیہ میں معلوم ہیں۔اسمائے الٰہیت کے ساتھ اعیان ثابتہ کی نسبت ایسی ہے جیسے ابدان کی نسبت ارواح کے ساتھ یا ارواح کی نسبت ابدان کے ساتھ (مختصر الفاظ میں اعیان ثابتہ کی تعریف اس طرح کر سکتے ہیں کہ حقائق ممکنات ثابتہ در علم خداوندی۔(کاشانی)۔

الافق المبلین:۔ مقام دل کی نہایت کا نام ہے یعنی نہایت مقامِ قلب ہے۔

الافق الاعلیٰ:۔ افق اعلیٰ وہ ذات ہے جو اپنے تمام صفات و افعال سے موصوف ہے۔تاکہ اپنے وجد کے سبب سے تمام فرق ظاہر ہو اور وہ کمال ہے اور نہایت مقامِ ارواح ہے اور وہ حضرت الٰہیت اور حضرت واحدیت ہے۔

الافق الذاتی:۔ افق الذاتی سے مراد وہ ذات ہے جو مجرد ہے اپنے صفات و افعال سے اور اس جمع میں تفرقہ نہیں ہے اور وہ غایت نقصان ہے اور معنی ہجران ہے۔

الاقتصاد:۔ آنے والی عادت کے معنٰی میں ہے۔

الالھیہ والالوھیہ:۔ مرتبۂ اسماء الٰہیہ مراد ہے اسماء الٰہیہ موثرہ سے اور موثر ہر اسمِ الٰہی ہے جو بشر کی طرف منسوب ہے اور شیخ کے نزدیک حق کی علامت ہے عارفین کے دلوں پر۔

الالھیۃ:۔ ہر اسم الٰہی ہے منسوب فرشتہ یا روحانی کے۔

الالھام:۔ وہ چیز ہے جو ڈالتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے دلوں میں اچھائی اور بہتری سے۔

الالقاء:۔ دل میں ایک نور ہے از قسم خیر، جس سے فسق و تقویٰ میں بندے فرق کرتے ہیں۔اگر دلوں میں کوئی چیز شر سے پیدا ہو تو اس کو وسوسہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

الالیاس:۔ عبارت ہے اُمّ الکتاب کے فیض اور عقل اول سے۔

اُمُّ الکتاب:۔ اصطلاح تصوف میں عقل اول ہے۔

الاُمھات الحقائق:۔ ائمہ اسماء امہات الحقائق ہیں اور یہ سات ہیں۔

الاُمناء:۔ ملامتی لوگ ہیں۔جیسا کہ پہلے گزرا۔

---

۱ پ۸ الاعراف ۴۶

http://Ashrafi.org

الآن الدائم:۔ امتداد حضرت الٰہی ہے اور نفس رحمانیہ لازماً اسی امتداد ازلی میں مندرج ہے اور ازل وابد کے ساتھ وقت میں موجود ہوں گے اور وقت ازل وابد کے ساتھ وقتِ واحد میں پائے جائیں گے۔ نسبت تا تیات کو سرمدی کہا گیا ہے۔ متغیرات کی نسبت ثابتات کے ساتھ زمانہ ہے اور ثابتات کی نسبت متغیرات کے ساتھ دہر ہے۔ اس طرح زمان کی اصل سرمدی ہے اور زمانہ کے انات (لمحات) اس کے سرمدی نقوش ہیں اور ان ہی نقوش سے وہ ظاہر ہے۔ (دقیقہ، ساعت، روز شب اور سال میں ظہور پذیر ہے) یہی نقوش زمانہ کے احکام وصور ہیں۔ جوشئی سرمدی اور دوامی ہے وہ ہر حال میں دوامی اور سرمدی ہے۔ اس کو حضرتِ عندیت بھی کہا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیس عند ربک صباح ولامساءُ' (میرے پروردگار کے پاس صبح وشام نہیں ہیں اور وہ صبح وشام سے پاک منزہ ہے)۔

الانانیت:۔ انانیت حقیقی وہ ہے جس کو بندہ اپنی طرف اضافت کرتا ہے اور نسبت دیتا ہے۔ مثلاً وہ کہتا ہے میرا نفس، میری روح، میرا دل۔ اسی طرح کی اور بہت سی مثالیں ہیں۔

انانیت حق:۔ وجودیت کا نام ہے یا عدمیت العبد ہے۔ جس میں عبد معدوم ہے۔ ''وما فی یَدِہٖ مِلوَلاہ ـ'' اور جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے وہ اس کے آقا اور مولا کا ہے۔ اور تحقیق وجود عینی تحقق ہے بحیثیت رتبۂ ذاتیہ کے۔

الانزعاج:۔ وعظ وسماع کی تاثیر سے حق تعالیٰ کی طرف دل کی حرکت (وعظ وسماع کی تاثیر سے دل میں رجوع الٰہی کے لئے حرکت پیدا ہونا)۔

الانموزج:۔ الظل والطل ھوالفرع وایضاً الانموزج۔ ھوالامر لکل المجمل یعنی انموذج ظل ہے اور ظل ایک فرع ہے۔ نیز انموذج وہ امر کلی مجمل ہے۔

الانضراع الجمع:۔ یہ ایک فرق بعد از جمع ہے بسبب ظہور وحدت کثرت میں اور اعتبار کثرت وحدت میں۔

الانس:۔ دل میں حضرت الٰہیہ کے جمال کے مشاہدہ کا اثر ہے وہ جمالِ جلال ہے ایسا ہی شیخ اکبر بن عربی کی اصطلاح میں ہے۔

الانتباہ:۔ حق کا تنبیہہ کرنا ہے بندہ کو بطریق تصوّف کے۔

الانابت:۔ غفلت سے رجوع ہونا ذکر (الٰہی) کی طرف ''انابت'' ہے اور بعض اکابر کے نزدیک ظاہر میں جس کا نام توبہ ہے۔ اگر وہ باطن سے ہے تو اس کا نام انابت ہے۔

الائمۃ الاسماء:۔ ائمۃ الاسماء سات ہیں۔ ۱۔ حیّ ۲۔ عالم ۳۔ مرید ۴۔ قادر ۵۔ سمیع ۶۔ بصیر ۷۔ اور متکلم۔ ائمہ سبع اصول مجموع اسماء الٰہیہ ہیں۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ نجم الدین اصفہانی قدس سرہ نے [1] سبع اسمائے الٰہیہ میں سمیع و بصیر کے بجائے الجوا اور المقسط فرمایا ہے۔ اور شیخ عبدالرزاق کاشانی کے نزدیک یہ دونوں اسماء المقسط

---

[1] سبع وصول کی تشریح اصطلاحات کے سلسلہ میں آئندہ ہوگی۔

http://Ashrafi.org

والجواد بھی اسمائے ثانیہ ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جود وعدل ائمہ سبع پر موقوف ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ کا فیض و جود موقوف ہے مستفیض کی استعداد پر اور جود کہتے ہیں ہر مناسب چیز کے عطا کرنے کو اس طرح عدل موقوف ہوگا اسکی استعداد کے دیکھنے پر اور دعائے سائل پر اپنی زبانِ استعداد سے اور قبولیت پر اس کی دعا کے کلمۂ کن سے اس طریقہ پر جو کہ سائل کی استعداد کے موافق ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَ اٰتٰکُمۡ مِّنۡ کُلِّ مَا سَاَلۡتُمُوۡهُ ط[۱] یعنی بلسانِ استعداد حضرت کا شانی کی نظر میں جواد و مقسط بھی ایسے ہی اسماء ہیں جیسے موجد و خالق ورازق اور یہ تینوں اسماء اسمائے ربوبیت ہیں۔بعض مشائخ نے اسم الحی کو امام ائمہ سبعہ کہا ہے۔اسم الحی عالِم پر مقدم بذات ہے اور حیات علم کے لیے شرط ہے۔اس لئے الحی العالم پر مقدم ہوا (کیونکہ شرط کو مشروط پر تقدم حاصل ہے) لیکن حضرت کے نزدیک اسم عالم امامت کے لئے زیادہ بہتر ہے کیونکہ امامت ایک اضافی امر ہے جو ماموم کا مقتضی ہے اس لئے امام ماموم سے اشرف ہے۔اسی طرح علم مقتضی ہے اس امر کا کہ معلوم قائم ہو (موجود ہو) اس کی ذات کے ساتھ اور حیات متقاضی ''غیرحی'' نہیں ہے اور حیات عین ذات ہے اور کسی نسبت کی مقتضی نہیں ہے۔ظاہر ہوا کہ علم اشرف ہے حیات سے۔اس سے تقدم بالطبع لازم نہیں آتا جس طرح کہ بدن کے مزاج معتدل کے لیے حیات شرط ہے اور حیات کو مزاج پر تقدم بالشرف حاصل ہے۔

شرف ب

الباء:۔الباسے اشارہ ہے اول موجودات کی طرف جو ممکن الوجود ہے۔یعنی موجود الممکن وہ مرتبہ ثانیہ ہے یعنی تعین اول وثانی وتجلی ثانی جو مرتبہ وحدتِ واحدیت ہے حق تعالیٰ کے علم میں۔

باب الابواب:۔توبہ ہے۔

البارق:۔ یہ جناب قدس کی طرف سے ایک لائحہ بارق ہے (بجلی جیسی چمک) جو دکھائی پڑتی ہے اور نہیں بھی دکھائی پڑتی اور یہ شروع کشف سے ہے۔

الباطل:۔ماسویٰ الحق کو باطل کہتے ہیں اور وہ کوئی شئے نہیں ہے (وھو لیس بشئی یعنی) عدم محض ہے۔

الباطن:۔صور علمیہ کے وجود ہیں۔

باطن ظاہر علم:۔عین وجود ہے جو تمام شیون واعتبارات کو شامل ہے۔

البدن:۔کنایہ ہے اس نفس سے جو مراحل سالکین ومنازل سائرین میں سیر قاطعہ میں ان کا ساتھ دیتا ہے۔

البرق:۔لوامع نور سے پہلی چیز جو سالک پر ظاہر ہوتی ہے اور بندہ کو دخول کی دعوت دیتی ہے۔اللہ تعالیٰ کے قرب میں۔

---

[۱] جو کچھ تم نے (حسب استعداد لسان) طلب کیا تو وہ تم کو دیا۔ پ۱۳ سورہ ابراہیم ۳۴

http://Ashrafi.org

البرزخ:۔ وہ ہے جو دو چیزوں کے درمیان حائل ہو۔ جس طرح حال، ماضی و مستقبل کے درمیان برزخ ہے۔ برزخ اپنے طرفین سے تعلق رکھتا ہے۔ (جب تک طرفین نہیں ہوں گے اس وقت تک برزخ نہیں پایا جائے گا)۔ اس عالم مثال کو بھی برزخ کہتے ہیں۔ جو اجسام کثیفہ اور ارواح مجردہ کے درمیان ہے۔ اس طرح قبر کو بھی برزخ کہتے ہیں۔ کہ وہ دنیا اور آخرت کے درمیان حائل ہے۔ اسی نسبت سے تصور شیخ کو بھی برزخ کہتے ہیں کہ وہ واسطہ ہے قاصد و مقصود کے درمیان۔

برزخ البرازخ:۔ حضرت واحدیت تعین اول کو کہتے ہیں کہ وہی تمام برازخ کی مجموع کی اصل ہے۔ اس کو برزخ اول و برزخ اعظم و اکبر بھی کہتے ہیں اور برزخ البرازخ حقیقت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کہتے ہیں۔

البسط:۔ بسط دل کے مقام میں اسی طرح ہے جس طرح رجاء مقام نفس میں ہے۔ بسط کی ضد قبض ہے جس طرح خوف مقابلۂ رجاء ہے۔

البسط فی المقام الخفی:۔ یہ ہے کہ حق تعالیٰ بندہ کو ظاہر میں خلق کے ساتھ پھیلا دے اور باطن میں سمیٹ لے۔ (جس پر بسط واقع ہو وہ مبسوط ہے۔ اور جس سے بسط و کشادگی حاصل کی جائے وہ منسبط ہے) بسط ایک ایسی رحمت ہے جو حق کی طرف سے خلق کے لیے ہے تا کہ تمام اشیاء اس میں سما جائیں۔ اور وہ کسی شے میں نہ سما سکے۔ وہ مؤثر ہو اشیاء میں اور خود کوئی شے اس میں موثر نہ ہو سکے۔

البصیرت:۔ نور قدس سے منور دل کی ایسی قوت کو کہتے ہیں جس کے بغیر حقائق اشیاء کا دیکھنا ممکن نہ ہو جیسے آنکھ کہ سورج کے نور سے یا چاند یا ستاروں کی روشنی کی مدد سے ظاہری اشیاء کو دیکھ لیتی ہے فلاسفہ اور حکماء نے بصیرت کو ''قوت عاقلہ نظریہ'' کہا ہے اور جب یہ ہدایت کے نور سے اس طرح منور ہو جاتی ہے کہ تمام پردے (حجابات) خیال اور وہم اس کے دیدہ و دل سے مرتفع اور دور ہو جائیں تو حکیم (فلسفی) اس کو قوت قدسیہ سے موسوم کرتا ہے۔

البُعد:۔ شیخ (شیخ اکبر) کے نزدیک مخالفات پر قائم ہو جانا ہے۔ اور کبھی بعد تیری طرف سے ہوتا ہے اور حالتوں کے بدلنے سے بدلتا رہتا ہے اسی طرح قرب بھی بدلتا ہے۔

البقاء:۔ بندہ کا اپنے فعل کا مشاہدہ کرنا ہے اس طرح کہ یہ فعل قائم بارادہ الٰہی ہے (رویت العبد لفعله بقیام اللّٰه علی ذلك)

البقرہ:۔ اس نفس سے کنایہ ہے جو ریاضت کے لیے مستعد ہو جائے (استعداد ریاضت جس میں پیدا ہو جائے) اور خواہش کے قلع قمع کی صلاحیت آ جائے کہ یہی اس کی زندگی ہے اور قبل اس کے کہ یہ صلاحیت نفس میں پیدا ہو کیش کہتے ہیں اور اس صفت کے ساتھ جیسا سلوک میں آتا ہے تو بدنہ کہتے ہیں۔

البوادہ:۔ بوادہ۔ بادہ کی جمع ہے اور بادہ وہ حیرت ہے جو ناگاہ غیب سے قلب پر طاری ہو جائے جو بسط کا باعث بن جائے یا اس سے قبض کی کیفیت طاری ہو اور شیخ کے نزدیک وہ چیز ہے جو ناگاہ

http://Ashrafi.org

دل میں غیب سے آئے بطور وہلہ کے یا باعث مسرت ہو یا سبب رنج ہو۔

بیت الحکمت:۔ بیت الحکمت اس قلب کو کہتے ہیں جس پر اخلاص غالب ہو۔

بیت المقدس:۔ وہ قلب طاہر ہے جو تعلق غیر سے پاک ہو۔

بیت الحرام:۔ انسان کامل کا دل ہے کہ محبوب کے سوا اس میں اور کچھ حرام ہے۔

بیت العزۃ:۔ وہ دل ہے جو ''فنا در حق'' میں مقام جمع سے واصل ہو۔

ت

التاء:۔ کنایہ ہے ذات سے باعتبار تعینات اور تعدّدات کے۔

التانیس:۔ مظاہر حسنہ میں تجلی کا نام ہے۔ مرید مبتدی میں انس پیدا کرنے کے لیے یا اس کو سلوک سے مانوس بنانے کے لیے تا کہ اس میں تصفیہ اور تزکیہ پیدا ہو جائے۔ اس کو تجلی فعلی بھی کہتے ہیں۔ بسبب ظہور کے اسباب کی صورتوں میں۔

التجرید:۔ سالک کے قلب کا ماسوی اللہ سے خالی ہونا۔

التجلی:۔ انوار غیوب (انوار الٰہی) سے دلوں پر جو کچھ ظاہر ہوتا ہے (متصف ہونا ہے اخلاص والہیت سے اور شیخ کے نزدیک متصف ہونا ہے اخلاق بندگی سے اور وہ صحیح ہے کیونکہ زیادہ کامل و پاک ہے)۔

التجلی الاوّل:۔ تجلی اول مرتبہ وحدت ہے جو منشا احدیت اور واحدیت کا ہے اور یہ عین ذات ہے۔ بحیثیت ذات کے اعتبارات احدیت کے ساقط ہونے سے۔

التجلی الثانی:۔ مرتبہ واحدیت ہے۔ اعیان ثابتہ کا ظہور اسی مرتبہ میں ہے تفصیل کے ساتھ کہ اعیان ثابتہ مرحلۂ اول میں بہ اجمال ہیں [۱]۔ اس مرتبہ میں اعیان ثابتہ تفصیل کے ساتھ پائے جاتے ہیں۔

التجلی شھودی:۔ اس وجود کا ظہور جو اسم النور سے مسمّٰی ہے تجلی شہودی ہے یعنی کائنات میں حقیقت کا ظہور، ظہور اسماء کے ساتھ تجلی شہودی ہے۔

التجرید:۔ غیر و مخلوق کو دل سے پھینک دینا ہے۔

التحقیق:۔ اسمائے الٰہیہ میں ظہور حق کو کہتے ہیں اور جو محقق و محجوب نہیں ہوتا حق کی وجہ سے خلق سے اور خلق کی وجہ سے حق سے۔

---

[۱] اصطلاح تجلی کی توضیح مختلف اکابر نے اپنے اپنے الفاظ میں کی ہے اور ہر ایک کی تعبیر و تفسیر میں فرق ہے۔ علامہ کاشانی فرماتے کہ باعتبار قبولیت تاثیر حق کا نام تجلی ہے۔ حضرت شیخ ہجویری اور شیخ اکبر نے بھی اس اصطلاح کی صراحت فرمائی ہے۔

http://Ashrafi.org

التحکم:۔ دعامیں انتہائی خصوصیت کا زبان انبساط سے ظاہر کرنا ہے۔

التلوین:۔ پردہ ہونا ہے احکام حال سے یا مقام بلند ہے بسبب آثار وحال کے یا مقام پست ہے اور تلوین در مقام تجلی کرنا ہے۔ تمام تجلیات اسمائیہ سے حالتِ بقامیں فنا کے بعد (حضرت شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ کے نزدیک تلوین فرق بعد الجمع ہے اور اس فرق میں کثرت فرق، وحدت جمع کے لیے حجاب نہیں بنتی اور یہ وہ مقام احدیت ہے کہ جو ''فرق در جمع'' ہے اور اس سے اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے۔ ''كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ[1]'' اور اس میں شک نہیں کہ یہ تمام مقامات میں اکمل مقام ہے۔ بعض حضرات نے کہا کہ تلوین بعض تمکنیات اسمائیہ کا تغیّر ہے بعض پر۔ (تلوین کی یہ تعریف بھی کی گئی ہے کہ سالک کا ایک حال سے دوسرے حال میں منتقل ہونا تلوین ہے) اس سلسلہ میں شیخ ابوبکر فرماتے ہیں کہ بعض عرفا کے نزدیک تلوین ایک مقام خاص ہے لیکن ہماری نظر میں یہ کامل ترین مقام ہے۔ اس لئے کہ تلوین میں بندہ کا حال وہ حال ہے ہوتا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کل یوم ھو فی شان.

بعض ارباب تصوف ومشائخ عظام فرماتے ہیں کہ یہ مقام تلوین نہایتِ حال تمکین ہے۔ وہ تلوین جو تلونیات ہے وہ ''فرق بعد از جمع'' کے مبادیات میں سے ہے۔ اور اس مقام پر موحد آثار کثرت کے ظہور سے محجوب بن جاتا ہے۔ حکم وحدت کے لحاظ سے صاحب فصوص (مصنف فصوص الحکم حضرت شیخ اکبر قدس سرہ) کے نزدیک تلوین تکوین سے بلند مرتبہ اور اعلیٰ ہے)۔

التجلّی:۔ متصف ہونا ہے اخلاق الٰہیہ سے اور شیخ کے نزدیک متصف ہونا ہے اخلاق بندگی سے اور وہ صحیح ہے کیونکہ زیادہ کامل اور پاک ہے۔

التقویٰ:۔ ترکِ شہوات وشبہات کا نام ہے۔

التخلی:۔ خلوت کا اختیار کرنا ہے اور ہر اُس چیز سے روگردانی کرنا ہے جو حق سے ہٹا دے۔

التدانی:۔ مقربین کی معراج ہے۔

التدلیٰ:۔ مقربین کا نزول ہے اور بمقابلہ نزول حق کے اُن کی طرف تدانی کے وقت بولا جاتا ہے۔

الترقی:۔ احوال ومقامات ومعارف میں نقل وحرکت کرنا ہے۔

التفرید:۔ بندے کا ٹھہرنا حق کے ساتھ اور حق کا بندے کے ساتھ۔

التصبر:۔ نفس کو مکروہات کا متحمل بنانا اور تلخیوں کو برداشت کرنا۔

التصوّف:۔ آداب شریعت کے ساتھ ظاہر و باطن میں قیام ہے۔ اور وہ خُلقِ الٰہی ہے اور کبھی اچھے اخلاق کے

---

[1] پ۲۷ الرحمٰن ۲۹

http://Ashrafi.org

برتنے کے معنی میں بولا جاتا ہے۔اور اسکو لینا جو بندہ پر حق سے وارد ہوتا۔

التوکل:۔توکل اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرنا ہے۔وعدہ اور وعید میں۔بعض اصحاب کے نزدیک توکل خدا پر اعتماد کرنا اور اپنے کام کو اس کے سپرد کردینا ہے۔حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ امور میں مسبب پر نظر رکھتے ہوئے سبب سے قطع نظر کرلینا توکل ہے۔

التولی:۔بندہ کا حق کی طرف سے خود اپنی طرف لوٹنا۔

التوبہ:۔اللہ تعالیٰ کی طرف دائمی ندامت اور کثرتِ دعاء مغفرت کے ساتھ رجوع کرنا ہے اور کہا گیا کہ توبہ ظاہر میں ہے اور انابتہ باطن میں ہے حضرت ذوالنون مصری نے فرمایا ہے کہ عوام کی توبہ گناہوں سے ہے اور خواص کی توبہ غفلت سے ہے۔حضرت یحیٰی بن معاذ کا قول ہے ایک ایسی خطا جس کے ساتھ توبہ ہے ستر دروازوں سے زیادہ کشادہ ہے۔حضرت ابوالحسن بصری نوری کا فرمان ہے کہ توبہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل کے سوا ہر شے سے توبہ کرے۔

التمکین:۔شیخ اکبر کے نزدیک تمکین تلوین میں موجود ہے۔اور بعض نے کہا ہے کہ وہ موصول کی حالت ہے۔

التوحید:احدیت جمع وفرق ہے اور یہ توحید حق ہے اس کی ذات سے اس کی ذات کے لئے اور اس توحید کی صورت ابتدا میں اشھدان لا الہ الا ھو ہے۔

التواجد:۔استدعاء وجد کا نام ہے۔بعض اصحاب نے کہا ہے کہ اظھار حالۃ الوجد من غیر وجد بغیر وجد کے حالت وجد کا اظہار و تحریک قلب باستماع سماع بغیر تحرک ابدان اور دل میں حرکت پیدا کرنا سماع کی سماعت پر اس طرح کہ بدن میں جنبش نہ ہو۔اور تواجد باب تفاعل سے ہے اور تفاعل میں اکثر اس صفت کا اظہار ہوتا ہے جو صفت اس ظاہر کرنے والے میں نہ ہو۔مثلاً تمارض اور تجاہد۔

التواضع:۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کے لئے اپنی کمی و کمزوری ظاہر کرنا بہتر ہے۔غلبہ و بلندی کے اظہار اور سیلاب معصیت سے یہاں تک کہ فقیر مقام صفوت تک پہنچے اور وہ جب کہ آرام کو چھوڑ دے اور مجاہدوں اور عبادت میں کوشش کرے اور کمی رتبہ کو پسند کرے اور مدح و ذم دونوں میں یکساں رہے حضرت ابوالقاسم نے کہا کہ بندہ کی شروعات خیر سے ہوتی ہے۔جب لوگ اس کو پہچان لیتے ہیں تو وہ فتنہ میں پڑ جاتا ہے اور یحیٰی بن معاذ نے فرمایا کہ ریاست کی محبت آدمی کے نفس میں ایک آگ ہے جب وہ اُن کے دلوں پر روشن کیجاتی ہے تو اُنکے ایمان کو سوخت کردیتی ہے۔

ث

الثروت:۔ماسویٰ اللہ سے غناء سالک کو ثروت کہتے ہیں۔

ثلج احساس:۔سالک کے دل میں یقین کی ٹھنڈک ہے فناء الفناء کے بعد۔

شرف ج

الجبروت:۔ شیخ ابو طالب مکی کے نزدیک وہ عالم عظمت (الٰہی) ہے لیکن اکثر عرفا و مشائخ نے فرمایا ہے کہ عالم وسط ہے۔ جبروت سے مراد برزخ کبریٰ ہے۔ اور تفصیل اجمال پر جو اعیان ثابتہ ہیں

الجذبت:۔ حق تعالیٰ کے حضور میں تقرب کی منزل ہے کہ حق تعالیٰ کا اپنی عنایت و رحمت سے اپنے بندہ کی تمام ضروریات کا مہیا فرما دینا جب کہ بندہ طے منازل و قطع مراحل میں مصروف ہو بغیر کسی کلفت امور کے۔

الجزاء:۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ حق بدلہ ہے۔ اس کے نزدیک اُس عمل کا جو موافق امر کے کیا ہے اور جان لو کہ اعمال جو بندوں سے صادر ہوتے ہیں وہ اُن کی نیت ہی کے موافق ہیں تو جس کا عمل جنت کے لئے ہے اُسے جنت کی جزاء دی جائے گی اور جس کا عمل صرف اللہ کے لئے ہے نہ جنت کی خواہش میں اور نہ خوف جہنم سے تو حق ہی اس کا بدلہ ہے نہ کچھ اور جیسا کہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ جس نے مجھے دوست رکھا میں اُسے قتل کرتا ہوں اور جسے میں نے قتل کیا تو مجھ پر اس کی دیت ہے اور جس کی دیت مجھ پر ہے تو میں خود اس کی دیت ہوں۔

الجرس:۔ اجمال خطاب ہے ساتھ ایک ضرب کے قہر سے۔

الجَسَد:۔ جو کچھ ارواح سے ظاہر اور متشکل ہو وہ جسم نوری ہو یا ناری ہو۔ جسم ناری جَسَد کثیف ہے۔ برخلاف جَسَد لطیف روحانیہ کے۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ [1] فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (پس متشکل ہوا اس کے لئے پورا بشر)۔

جلا:۔ ذات کا ظہور ہے پاک اپنی ذات کے لئے بالذات۔

الاستجلا:۔ ظہور ذات ہے اس کی ذات سے تعینات میں۔ حضرت قدوۃ الکبراء نے اس سلسلہ میں فرمایا کہ جلاء عبارت ہے ظہور حق سے عالم میں بغیر وجود آدم کے اور استجلاء عبارت ہے ظہور حق سے مرتبہٗ انسانی میں جو خلقتِ آدم علیہ السلام سے ہے کمال اسماء میں کہا گیا ہے کہ جلا مرتبہٗ وحدت میں استجلاء حضرت واحدیت میں ہے۔

جلال:۔ بصائر و ابصّار سے حق کا حجاب میں ہونا ہے کوئی غیر ہویتِ حق کی حقیقت کو نہیں جانِ سکتا۔ اس طور پر جس طرح کہ وہ خود کو جانتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے [2] وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ'' اور تم نہیں جان سکتے قدر حق کو جیسا کہ اس کی قدر کے جاننے کا حق ہے۔'' کون اس کو اس طرح پر جان سکتا ہے۔ جیسا کہ وہ ہے اور سوائے اللہ کے کوئی اس کی ذات کو اس طرح نہیں دیکھ سکتا۔ جس طرح کہ وہ خود کو دیکھتا ہے۔ ارشاد فرمایا [3] لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ'' (بینائی اس کا ادراک نہیں کر سکتی اور وہ بینائیوں کا ادراک کرتا ہے)۔

الجلوہ:۔ بندہ کا صفات الٰہیہ کے ساتھ خلوت سے نکلنا ہے۔

جمال:۔ حق کی تجلی ہے بطریقِ حق حق کے لیۓ اور جمال مطلق کے لئے ایک جلال ہے اور وہ جمال کی قہاریت

---

[1] پ ۱۶ سورہ مریم ۱۷ [2] پ ۲۴ سورہ زمر ۶۷ [3] پ سورہ انعام ۱۰۳

http://Ashrafi.org

ہے اور یہ مرتبہ بلندی جمال کا ہے لیکن اس کی پستی کا مرتبہ اس کا ظہور ہے تمام اعیان میں جیسا کہ کہا ہے۔

ترا جمال حقائق میں سارے ہے ظاہر بجز جلال کے تیرے نہیں کوئی ساتر
حجاب اس کے ہوئے خلق کے لئے روشن تمام اس سے ہوئے اس میں ضم ہوئے سائر

تعینات اکوان میں اُس کا محتجب ہونا ہے۔ اور ہر جمال ایک جلال رکھتا ہے اور ہر جلال ایک جمال چنانچہ جلال تقاضا کرتا ہے کہ بالکل کوئی چیز ظہور سے مدرک نہ ہو باوجود اس کے کہ کچھ چیز مدرک ہوتی ہے یہ جمال جلال ہے اور جمال عنایت ظہور ہے اور انتہائی ظہور میں جب کسی قدر مدرک ہوجاتا ہے تو یہ جلال جمال ہے۔

الجمیعت:۔ حضرت حق تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے میں ہمت کا جمع کرنا ہے۔ (اس کی ضد) تفرقہ یعنی دل کا کسی دوسری طرف لگانا اور خلق کے ساتھ مشغول ہونا۔

الجمع:۔ شہود حق ہے بغیر خلق کے۔

جمع الجمع:۔ شہود خلق ہے جو قائم بحق ہو یعنی حق کے واسطہ سے۔

جنت الاعمال:۔ ظاہری جنت ہے۔ یعنی خوشگوار کھانے اور لذیذ مشروبات جنت الاعمال ہے جیسا کہ فرمایا اللہ نے جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ [۱] (ان کے اعمال کا انعام)

جنت الوارثیۃ:۔ نفس کی صفت ہے جو اخلاق حمیدہ سے ہوتی ہے اور ان اخلاق حمیدہ کا حصول رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حسن متابعت کے کمال سے ہوسکتا ہے۔

جنت الصفات:۔ یہ معنوی جنت ہے صفات اور اسمائے الٰہیہ کی تجلیوں سے اور یہ صرف صاحبِ دل کا دل ہے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۝ۙ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۝ۧ [۲]

جنت الذات:۔ وہ جمالِ احدیت کا مشاہدہ ہے اور وہ روح کی جنت ہے۔

الجنایب:۔ نفوس میں راستہ کے چلنے والے منازل اور اہل توشہ و پرہیزگاری و طاعت ہیں اور ان کی سیر سیرالی اللہ ہے اور اہل شہود و اعیان کے اعتبار سے اہل جنائب پردہ میں ہیں تو جو قائم ہیں وہ اہل عین ہیں اور جو قطع کرنے والے ہیں وہ جنائب ہیں۔ یہ جمع ہے جنیب کی بروزن فعیل جنوب سے اُسکے معنی دوری کے ہیں۔ یعنی حضرت حق سے یہ لوگ معرفت حقائق اشیاء سے دور ہیں کیونکہ عقول کو جو کمزور ہیں وہم سے نسبت رکھتی ہیں استدلال کے حجاب میں ہیں ان کو رہبر بنا کر یہ اثر سے مؤثر کو تلاش کرتے ہیں تا کہ اہل دل ہونے تک پہنچیں اور اہل قرب کے مقامات مرتبہ سیر فی اللہ کو نہیں پاتے۔

جھتا الضیق والسعۃ:۔ ذات کے لئے تنگی و فراخی دو اعتبار ہیں لیکن ذات کی پاکی کے موافق ہے ہر اُس چیز سے جو ہمارے فہم و عقل میں آئے اور وہ اعتبار وحدت حقیقت ہے۔ مصرعہ

---

[۱] پ۲۶ سورہ احقاف ۱۳ [۲] پ۳۰ سورہ فجر ۲۹

http://Ashrafi.org

اس کی حضرت میں نہیں غیر کا دخل

نہ وجود کے اعتبار سے نہ تعقل کے اعتبار سے۔ اللہ کو اللہ ہی پہچانتا ہے لیکن باعتبار ظہور کے تمام مراتب میں بلحاظ اسماء وصفات کے جو مظاہر غیر متناہیہ کو چاہتے ہیں وہی وسعت ہے تو فرق ہے اور جمع ہے اور وحدت ہے اور کثرت ہے اور تنگی ہے اور فراخی ہے۔

جھتا الطلب:۔ یہ دونوں جہت وجوبیہ اور امکانیہ اعیان ثابتہ کے ظہور کے لئے ہیں اور اعیان کی طلب ظہور اعیان ہے اسمائے ظہور سے اور طلب اسمایہ ربوبیت ہے اور اس کی طلب بے شک اجابت کی شان ہے۔ یہ دونوں سوال وحضرت او حضرت تعین اول ہے۔

جواھر العلوم والانبیاء والمعارف:۔ حقائق ثابتہ ہیں، کہ ان میں اختلاف شرائع سے تغیر وتبدل نہیں ہوتا۔ اور نہ امم زمانہ کے اختلاف سے ان میں کچھ تبدیلی آتی ہے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے "شَرَعَ لَکُم مِّنَ الدِّینِ مَاوَصیّٰ بِہٖ نُوحًا وَّالَّذِیْ اَوحَیْنَآ اِلَیْكَ وَمَا وَصَّینَا بِہٖٓ اِبْرَاھِیمَ وَمُوسٰی وَ عِیسٰٓی اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِیْهِ ط ۱ "(تمہارے لئے دین کی وہ راہ ڈالی جسکا حکم ہم نے نوح کو دیا اور جسکا حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا کہ دین ٹھیک رکھو اور اسمیں پھوٹ نہ ڈالو)۔

شرف ح

حال:۔ ایک عطیہ ہے جو صرف موہبت الٰہی سے بغیر عمل کے دل پر طاری ہوتا ہے۔ جیسے خوف وغم یا قبض وبسط یا شوق وذوق۔ صفات نفس کے ظہور سے حال زائل ہو جاتا ہے۔ خواہ اس کے بعد دل پر حال وارد ہو یا نہ ہو۔ اگر یہ حال دوامی بن جائے یا ملکہ بن جائے تو پھر اس کو حال نہیں کہتے بلکہ یہ مقام کہلاتا ہے۔

حجۃ الحق علی الحق:۔ انسان کامل ہے جیسے آدم علیہ السلام ملائکہ پر حجت بنے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔" ۲ یٰٓا اٰدَمُ اَنْبِئْھُم بِاَسمَآئِھِمْ ج فَلَمَّآ اَنْبَاَ ھُمْ بِاَسْمَآئِھِمْ لا قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّکُمْ ." (اے آدم ان کے ناموں سے فرشتوں کو خبر دو پس انہوں نے ان ناموں سے فرشتوں کو آگاہ کیا پس فرمایا اللہ تعالیٰ نے "اِنِّیٓ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاَعْلَمُ مَاتُبْدُوْنَ وَمَا کُنْتُمْ تَکْتُمُوْنَ ٥ ."(صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم ٥)۔ (کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ بے شک میں آسمانوں کی چھپی باتوں اور زمین کی چھپی باتوں کو اور ان باتوں کو جو تم آشکارا کرتے ہو اور جو کچھ پوشیدہ رکھتے ہو جانتا ہوں)۔ (سچ فرمایا اللہ نے جو بہت بڑا ہے)۔

حجاب:۔ دل میں صور کونیہ (وہ صورتیں جو موجود ہیں) کا نقش پذیر ہونا جو خالق کی تجلّی کو مانع ہوں۔

---

۱ پ ۲۵ سورہ شوریٰ ۱۳ ۲ پ۱ سورہ بقر ۳۲

http://Ashrafi.org

حروف حقائق:۔ اعیان کی حقائق بسیطہ ہیں۔

حروف عالیات:۔ شیونات ذاتیہ ہیں جو غیب الغیوب میں اس طرح پوشیدہ ہیں جس طرح گٹھلی یا بیج میں درخت پوشیدہ ہے۔

حروف المغنیہ:۔ وہ عبارت ہے جس سے حق بندہ کو مخاطب کرے۔

حربیہ:۔ اس کے چند مراتب ہیں، حربۂ عام خواہشوں کی بندگی کے لئے اور حربۂ خاص مرادوں کی نیازمندی کے لئے اپنے ارادوں کو ارادہ حق میں فنا کرنے سے اور حربۂ خاص الخاص رسوم وآثار کی غلامی کیلئے اپنے وجود کو تجلی نور الانوار میں فنا کرکے۔

حضرت جمع وحضرت وجود:۔ حقیقت الحقائق۔

الحضور:۔ دل کا حاضر ہونا ہے حق کے ساتھ جب کہ وہ حق سے غائب ہو۔

حفظ العھد:۔ واجبات کی فرمانبرداری کرنا ہے اور ممنوعات سے بچنا ہے۔

حفظ العھد الربوبیۃ والعبودیہ:۔ بھلائی کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا اور برائی کو اس کے برعکس اپنی طرف۔

الحقیقت:۔ اپنے اوصاف کے آثار کی نفی اس کے اوصاف سے اس طرح کہ کوئی فاعل نہیں ہے تیرے ساتھ۔ تیرے اندر اور تجھ سے سوائے تیرے اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔''[۱] مَا مِنْ دَآبَّۃٍ اِلَّا ھُوَ اٰخِذٌ بِنَا صِیَتِھَا۔''اور بعضوں نے کہا ہے کہ محققین کا حکم ہے (شیخ ابن عربی نے حقیقت کی تعریف اس طرح فرمائی ہے کہ غلبہ اوصاف حق کے واسطے سے بندہ کا اپنے اوصاف سے خالی ہو جانا، حقیقت کی اس طرح توضیح بھی کی گئی ہے کہ بندہ کی اقامت وصل خداوندی کے محل میں اور محل تنزیہ میں اس کے راز سے واقف ہونا)

الحق:۔ جو واجب ہوا بندہ پر اللہ کی طرف سے اور جس کو واجب کیا حق نے اپنے اوپر۔

حقیقت الحقائق:۔ وہ ذات احدیت ہے جو جامع ہے تمام حقائق کی۔

الحقیقت الرفیعہ:۔ جو ثابت متحقق ہے۔

الحقیقت الحیثیہ:۔ جو متحقق ہے اگرچہ تقدیرًا۔

الحزن:۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، بے شک اللہ تعالیٰ خوش ہونے والے متکبرین کو دوست نہیں رکھتا ہے۔ (وہ اس کی بارگاہ میں ہیں) اور وہ دوست رکھتا ہے ہر اس دل کو جو حزین وغمگین ہے۔ اور سفیان بن عقبہ نے فرمایا کہ اگر امت میں رنجیدہ اور رونے والے نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ اس امت پر رحم نہ فرماتا اور یحییٰ بن معاذ نے کہا کہ جس نے طرق حزن کی مسافت قطع نہ کی تو اس کے دل نے آسمان کا سفر نہ کیا اور سر پر نے کہا کہ میری آرزو ہے کہ لوگوں کا سارا رنج مجھ پر ہو۔

---

[۱] پ۱۲ سورہ ھود ۵۶۔ **ترجمہ:۔** کوئی چلنے والا نہیں جس کی چوٹی اس کے قبضۂ قدرت میں نہ ہو۔

http://Ashrafi.org

حروف اصلیہ: ۔حروف اصلیہ ہیں باعتبار مندرج وداخل ہونے کے مرتبہ اول میں جو وحدت ہے بغیر ان کے ایک دوسرے کے امتیاز کے اور اگر محض علم کی وجہ سے امتیاز ہو تو شیونات ذاتیہ اور حروف عالیہ بھی کہتے ہیں۔نیز کہتے ہیں۔الحقیقة الحقیقة المتحقق ولو تقدیرا۔

الحقیقت المحمدیہ: ۔ذات ہے تعین اول کے ساتھ تو اُس کے لئے سب اچھے نام ہیں اور وہ اسمِ اعظم ہے۔

حقائق الاسماء: ۔ذات کی نسبت وتعینات ہیں کیونکہ تعینات صفات ہیں اور اُس کے بعض صور علمیہ اور اسماء کا بعض تعینات ذات یعنی صفات سے ممتاز کرنا ہے۔

حقائق الاشیاء وحقائق الکونیہ: ۔صور علمیہ ہیں۔

حق الیقین: ۔مقام جمع احدیت میں شہود حق کو کہتے ہیں۔

الحکمت: ۔حقائق اشیاء کا علم اُن کے اوصاف وخواص اور احکام کے ساتھ نیز اسباب کا مسببات کے ساتھ ارتباط کا جاننا اور نظام موجودات کے انضباط کے اسرار کا سمجھنا اور ان کے مقتضاء کے بموجب عمل کرنا۔فرمایا گیا ہے:[۱] وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا." (اور جسے حکمت دی گئی اس کو خیر کثیر دی گئی)۔

الحکمۃ المنطوق بھا: ۔علم شریعت وطریقت ہے۔،دونوں میں فرق صرف یہ ہے کہ علم شریعت کا مصداق ہے ''بدان وبگو'' (جانو اور بیان کرو)۔اور علم طریقت یہ ہے کہ ''بداں وبگو با اہل طریقت۔'' (یعنی علم وحکمت حاصل کرو اور اہل طریقت سے بیان کرو)۔

الحکمۃ المسکوت عنھا: ۔حقیقت کے اسرار ہیں کہ علماء ظواہر وعوام اس کے سمجھنے سے عاجز ہیں مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بیوہ کے گھر مہمان تھے اس بیوہ کے بچے آگ تاپ رہے تھے جو اس نے جلا رکھی تھی وہ بولی اے اللہ کے نبی اللہ تعالیٰ زیادہ مہربان ہے اپنے بندوں کے حق میں یا میں اپنی اولاد پر تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ زیادہ مہربان ہے کیونکہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔عرض کیا یا رسول اللہ میں دوست نہیں رکھتی کہ اپنے فرزند کو آگ میں ڈالوں۔اللہ تعالیٰ بھلا کس طرح بندہ کو آگ میں ڈالے گا حالانکہ وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے تو گریہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور فرمایا کہ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی ہے۔

الحکمۃ المجھولہ: ۔یہ ہے کہ غیر پر ایجاد شے کی حکمت پوشیدہ ہو جس طرح کہ بعض بندوں کو مبتلائے رنج کرنا اور بچوں کی محبت اور آگ میں ہمیشہ رہنا اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کے ہونے پر راضی ہونا اور اعتقاد کرنا عدل ہے۔

---

[۱] پ۳ سورہ بقر ۲۶۹

http://Ashrafi.org

الحکمت الجماعۃ:۔ حقیقت کی معرفت اور اس پر عمل کرنا اسی کے ساتھ باطل سے آ گاہی اور اس سے اجتناب! جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللّٰھم ارنا الحق حقًا وار زقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه. (الٰہی ہمیں حق کو حق دکھا اور اسکی اتباع کی توفیق عطا فرما اور ہمیں باطل کو باطل دکھا اور اس سے بچنے کی توفیق دے)

الحیرت العظمٰی:۔ حیرت عظمٰی تک نبی یا ولی کے سوا کوئی اور نہیں پہنچ سکتا۔ وہ چند نفیاں ہیں وہ اظلال وگم گشتگی ہے، وہ سطوت محبت ہے کہا گیا ہے کہ حیرت غیر کا مشاہدہ کرنا ہے۔

الحق المخلوق بہ:۔ وہ عقل اول ہے اور امام مبین ہے۔

الحیاء:۔ حضرت جنید قدس سرہ سے حیا کے بارے میں سوال کیا گیا کہ حیا کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ نعمت کے مطالعہ اور اپنی تقصیر کے مشاہدہ کے درمیان ایک حالت پیدا ہوتی ہے اسی کا نام حیا ہے۔ بعض صحابہ نے کہا ہے کہ بدبختی کی پانچ علامتیں ہیں۔ سخت دل ہونا آنکھوں کی خشکی، رغبتِ دنیا، امید کی درازی اور قلتِ حیا، (یعنی قلتِ حیا یک گونہ بدبختی ہے) حضرت ابوبکر دراق نے فرمایا کہ اکثر میں دو رکعت پڑھکر فارغ ہوتا ہوں۔ اس حالت میں کہ میں بجائے اُسکے ہوں جو چوری سے فارغ ہو حیا کی وجہ سے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ عارف اس وقت سے حیا رکھتا ہے کہ آنکھ جھپکنے کو جمال الٰہی وخیال متناہی کے گلزار ولالہ زار کے شہود وجود سے نکل کر خار فضول سے اسکے وقت کا دامن الجھ جائے۔ (مشاہدہ جمال الٰہی سے محرومی کے وقت سے اسکو حیا آتی ہے)۔

شرف خ

الخاطر:۔ ہر وہ خطاب جو قلب وضمیر پر وارد ہو اور یہ چار قسم پر منقسم ہے اور اول خاطر ربانی ہے۔ شعر

نہ اس خاطر میں کوئی بھی خطر ہے
خطاؤں کا نہ اس میں کچھ گذر ہے

وسیل ابن عبداللہ اس خاطر کو سببِ اول کہتے ہیں اور یہ خاطر قوت اور نشاط سے بہرہ ور ہوتی ہے، دوم خاطر ملکی خاطر ملکی جس پر نازل ہوتی ہے یا اس خاطر کا جو مندوب یا معروض ہوتا ہے اس کیلئے یہ اصلاح کا باعث بنتی ہے۔ اس خاطر کو اگر الہام سے تعبیر کیا جائے تو روا ہے۔ یہ فرض ومستحب کی طرف ابھارتی ہے۔ سوم خاطر نفسانی:۔ وہ خاطر ہے جس میں خواہشات نفس ہوں اس کو حاجب کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے چہارم خاطر شیطانی:۔ یہ بندہ کو حق تعالیٰ کے احکام کی مخالفت پر ابھارتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ اَلشَّیْطَانُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ [۱] (اور شیطان تم کو فقر سے ڈراتا ہے اور تم کو بُرے کام کرنے کا حکم دیتا ہے)۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ "لمسّة للشیطان تکذیب بالحق وایعاد اشرّ۔"

---

[۱] پ۳ سورہ بقر ۲۶۸

http://Ashrafi.org

(البتہ شیطان کا چھو لینا حق کو جھٹلانا اور برائی کا وعدہ کرنا ہے) خاطر شیطانی کا نام وسواس ہے۔

(حضرت شیخ محی الدین ابن عربی خاطر کی تعریف میں فرماتے ہیں۔ خاطر اس وارد کو کہتے ہیں کہ کسی سابقہ تفکر یا تدّبر سے قلب میں پیدا ہو۔ (انہوں نے بھی ان چار قسموں پر اتفاق کیا ہے)۔

اور چاروں خاطروں کو میزان شریعت میں تولنا چاہیئے۔ اگر وہ خاطر تم کو دعوت حق دے رہی ہے اور کوئی دوسری خاطر اس میں مزاحم نہیں ہے تو وہ خاطر ربّانی ہے۔ اگر دعوت خیر اس میں موجود ہے لیکن کوئی دوسری خاطر مانع اور مزاحم ہے تو سمجھ لو کہ وہ خاطر مَلَکی ہے اور اگر وہ ایسی خاطر ہے جس میں کراہت یا شرع کی مخالفت ہو تو اگر وہ تھوڑی سی توجہ سے زائل ہوجائے تو سمجھ لو کہ وہ خاطر شیطانی ہے اور اگر برابر سرکشی کرے تو وہ خاطر نفسانی ہے۔ صادق صافی دل جو حضوری حق سے فائز ہے۔ وہ ان خواطر کے درمیان آسانی سے تمیز کرسکتا ہے۔ تبوفیق الہٰی۔

الخاتم:۔ خاتم وہ ہے جس نے تمام مقامات طے کرلیے ہوں اور نہایت کمال پر پہنچ گیا ہو۔

الخاتم النبوت:۔ وہ ذات گرامی ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے نبوت کو ختم فرمادیا ہو اور یہ ذات گرامی تمام عالم میں صرف ایک ہی ہوتی ہے (اور وہ ذات گرامی سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے) خاتم ولایت کا ذکر ہم لطیفہ ولایت کے سلسلہ میں کرچکے ہیں۔

خرقۃ التصوف:۔ یہ وہ جامہ ہے جو مرید اپنے پیر مرشد کے ہاتھ سے پہنتا ہے جس کے ہاتھ پر اس نے توبہ کی ہے اور جس کی ارادت اس نے اختیار کی ہے۔ خرقہ پہننے میں چند چیزوں کی رعایت ملحوظ رکھنی چاہیئے۔ ایک تو یہ کہ اس میں مرید کی زیب و زینت ہے تاکہ مراد کے اس جامہ سے پیر کی صفات سے تلبّس حاصل کرسکے۔ جس طرح اس نے ظاہری لباس میں پیر سے مشابہت حاصل کی ہے۔ اسی طرح اس کے لباس تقویٰ سے بھی ہم رنگ ہوجائے۔ ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی۔ اس سلسلہ میں باقی کیفیت کو انشاء اللہ اس کے موقع و محل پر پیش کریں گے۔

الخزائن العلمیہ:۔ حقائق اشیاء اور اس کے اعیان ثابتہ کو کہتے ہیں۔

الخزائن الوجودیہ:۔ یہ اسمائے الٰہیہ الوجودیہ کے حقائق ہیں اس میں حقائق کونیہ امکانیہ داخل نہیں ہیں۔

خضر:۔ عبارت ہے بسط سے اور الیاس عبارت ہے قبض سے اور حضرت خضر کا زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے اس وقت تک ہونا یا تو روحانیت ہے جو حضرت خضر کی صورت میں متمثل ہوکر مسترشد کے ارشاد کے لیے سامنے آتی ہے (تاکہ ارشاد کا جویا اس سے رشد و ہدایت حاصل کرسکے) اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسی وجود عنصری نے اتنی مدت حیات پالی ہو۔ (ہماں وجود عنصری امتداد یافتہ) جس طرح اصحاب کہف کے لئے ہوا اور یہ دونوں باتیں ممکن ہیں۔ لیکن عارف کے نزدیک اس کے معنی اس صفت کے ہیں جو اس پر غالب ہے اور متمثل ہوکر اس کے سامنے آجاتی ہے جبکہ دوسری صفت اس کی وجہ سے مضمحل ہوجاتی ہے۔ وہ حضرت خضر

http://Ashrafi.org

علیہ السلام کی روح ہے یا وہ روح القدس ہے۔اس موقع پر حضرت نور العین نے حضرت قدوۃ الکبرا سے عرض کیا کہ ان اقوال کی حقیقت کیا ہے۔آپ نے فرمایا کہ میں نے ایک دن حضرت خضر علیہ السلام سے اس بارے میں دریافت کیا تھا تو آپ نے جواب میں فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے میری ہیکل جسمانی اور ہیئت بدنی کو زندہ اور باقی رکھا ہے۔جس طرح حضرت ادریس علیہ السلام وحضرت عیسٰی علیہ السلام زندہ ہیں۔حق تعالیٰ نے مجھے قوت عطا کی ہے کہ میں جب چاہتا ہوں متمثّل ومتشکل ہوسکتا ہوں۔حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ حضرت خضر علیہ السلام سے بہرائچ میں ملاقات ہوئی،وہ اس طرح کہ میں ایک بار حضرت سید سالار مسعود غازی کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے بہرائچ گیا وہاں کی زیارت سے مشرف ہوکر میں حضرت دلپذیر جعفر کی خدمت میں گیا میں اور سید جعفر بر سبیل تفریح پانی کی سیر کررہے تھے۔ہم ایک دوسرے سے استفادہ میں مشغول تھے۔یکا یک عزرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور انہوں نے ہم لوگوں سے مصافحہ کیا اور انہوں نے اپنے جسم کی روحانیت کے کچھ واقعات ہم سے بیان کئے۔اس سلسلہ میں کچھ دیر گزری ہوگی۔کہ اس عرصہ میں حضرت خضر علیہ السلام چند صورتوں میں متمثّل ہوئے کبھی ایک بوڑھے شخص کی شکل میں کبھی جوان آدمی کی صورت میں اور کبھی بچّے کے روپ میں نظر آئے۔

الخطرہ:۔یہ وہ جذبہ ہے جو بندہ کو قرب کی دعوت دیتا ہے۔اور بندہ اس کے دفع کرنے پر قادر نہیں ہوتا۔

الخلۃ:۔صفات حق تعالیٰ میں بندہ کا تحقق خلت کہلاتا ہے۔

الخلوۃ:۔حق کے ساتھ سرّ کا محادثہ خلوت ہے (گفتگوٴ راز حق کے ساتھ) اس حیثیت سے کہ کوئی غیر اس میں داخل نہ ہو۔یہ خلوت کی حقیقت ہے لیکن ظاہر میں تو خلوت غیر سے الگ ہوجانا ہے بذریعہ ظاہر خلوت کے معنی وحقیقتِ خلوت تک رسائی پاسکتا ہے۔

الخلع العادات:۔عبودیت کا تحقق ہے حق میں' اس طرح پر کہ اس عبودیت میں ایسا داعیہ باقی نہ ہو۔جو اقتضائے طبیعت وعادت ہو۔

الخلق الجدید:۔نفس رحمان سے ہر ایک موجودات ممکنہ تک وجود کی امداد کا پہنچانا ہے۔ممکن الوجود بذاتِ خود معدوم ہے کہ اگر موجد کا فیض وجود نہ ہوتا تو ہر وجود (ممکن الوجود) معدوم ہوتا۔چونکہ وجود کا عطا فرمانا پے در پے متصل ہے۔ہر آن میں نئی پیدائش ہوتی ہے ممکنۃ الوجود کے وجود کی نسبتوں کے اختلاف کے ساتھ ایک بچے (نومولود) کے اعضاء وجود دیکھو کہ ایک پوست کی طرح ہوتے ہیں۔اور ہر آن ان میں خلقِ جدید کا ظہور ہوتا ہے۔

خلع العذار:۔کنایہ ہے ان کے مستحبات کی پابندی کے چھوڑ دینے سے۔

شرف د

الدبور:۔ وہ صولت (شان وشکوہ) ہے جو نفس کے داعیہ اور اس کے غلبہ کے باعث صدور میں آئے اس کو پچھوا ہوا سے تشبیہ دی گئی ہے جو مغرب سے مشرق کی طرف چلتی ہے اور ایسی شوکت کے صدور کا باعث طبیعت جسمانیہ ہوتی ہے جو اس کے نور کا مقام غروب ہے۔ اس کے مقابلہ میں ریح صبا ہے جو مشرق سے مغرب کی طرف چلتی ہے وہ روح کی خواہش اور اس کے غلبہ سے ظہور میں آتی ہے۔ اسی بناء پر سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''میں صبا سے منصور و مظفر ہوا اور قوم عادَ دبور سے ہلاک کی گئی۔''

الدرۃ البیضاء:۔ درۃ البیضاء عقل اول کو کہتے ہیں۔ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔''اوّل ماخلق اللّٰہ العقل۔''(سب سے اول چیز جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا وہ عقل ہے) اس طرح بھی آیا ہے کہ''اول ماخلق اللہ الدرۃ البیضاء۔''(سب سے اول درۃ البیضا کو پیدا کیا گیا)۔

شرف ذ

ذخائر اللہ:۔ اللہ تعالیٰ کے وہ محبوب اور دوست بندے ہیں جن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بلائیں دفع فرماتا ہے جس طرح ذخیرہ (اجناس) سے فاقہ کی بلا دفع ہوتی ہے۔

الذوق:۔ شہود حق کے درجات میں سے اول درجہ ہے حق کے ساتھ پے در پے بجلی چمکتے وقت تھوڑی دیر تجلی برقی کی وجہ سے اگر نفس سے رُکا رہے اور مقام مشہود کے ذریعہ سے اگر رسائی پائے تو ذوق ہے [1]۔ اگر یہ اپنی نہایت کو پہنچ جائے تو پھر اس کو''ری'' کہا جاتا ہے۔

ذوالعقل:۔ وہ ہے جو خلق کو ظاہر میں دیکھتا ہے اور حق کو باطن میں۔ حق اس کے لئے آئینہ خلق ہے اور آئینہ کا جمال (بظاہر) اس صورت سے چھپ جاتا ہے جو اس میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ بے شک آئینہ میں یہ حجاب مطلق ہے مقید کے باعث۔

ذوالعین:۔ ذو العقل کے برعکس ذوالعین حق کو ظاہر میں دیکھتا ہے۔ اور خلق کو باطن میں خلق اس کی نظر میں آئینہ حق ہے اور حق نے اس آئینہ میں ظہور کیا ہے۔ پس ظہور حق کے باعث خلق مستور ہے جس طرح آئینہ صورتوں کی

---

[1] شیخ اکبر قدس سرہ ذوق کی اس طرح تعریف کرتے ہیں کہ ذوق تجلیات الٰہی کے مبادیات کا آغاز ہے تعریفات میں کہا گیا ہے کہ ذوق سے وہ نور عرفانی مراد ہے جو خداوند تعالیٰ اپنی تجلیات سے اپنے اولیا کے دل میں پیدا کرتا ہے۔ جس کے باعث وہ کتاب کی مدد کے بغیر حق و باطل میں تمیز کر لیتے ہیں۔ مترجم۔

http://Ashrafi.org

جلوہ گری سے چھپ جاتا ہے۔اسی طرح۔

ذوالعقل والعین:۔ جوخلق وحق کوایک ساتھ دیکھے اوران دونوں مشاہدوں سے کوئی اس کے لئے حجاب نہ ہو کثرت کی طرف ذاتِ واحداحد کے شہود سے اور شہود احدیت ذات حق کی طرف شہود کثرت خلقیہ سے اور یہ تین درجے ہیں اور پچھلا زیادہ کامل ہے جو اس راہ کے پیشواؤں کا مقام ہے۔

الذھاب:۔ دل کا غائب ہوجانا ہے ہر محسوس کے حس کرنے سے بسبب مشاہدہ کرنے محبوب کے جس طرح پر ہے۔

شرف ر

الراعی:۔ علوم ِسیاست کی معرفت سے متحقق اور ایسے نظام کی تدبیر سے متمکن ہو جو صلاح عالم کا موجب ہو۔

الران:۔ وہ پردہ جو بصیرت اور عالم قدس کے درمیان دل کے لئے اُوٹ بن جائے۔ ہیئات نفسانیہ کے غلبہ سے،اور ظلمات جسمانیہ کا ایسا غلبہ دل میں ہو جس کے باعث انوار ربوبیت کلی طور پر حجاب میں آجائیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔"کَلَّا بَلْ رَّانَ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ مَّا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ [۱]" (نہیں۔نہیں ان کے دلوں پر زنگ چڑھا ہوا ہے اس سے جو کچھ کہ وہ کرتے تھے۔)

الرّب:۔ اسم حق ہے اس کے اسماء میں سے۔اس نسبت کے اعتبار سے جو اس کی ذات کو عین موجودات سے اور اعیان ثابتہ سے ہے۔ جو اسم الٰہی کا منشا ہیں جیسے قادر اور مرید لیکن ذات کی نسبت کائناتِ خارجیہ کی طرف تو یہ منشأ اسماء ربوبیت ہیں۔ جیسے رزاق اور حفیظ۔ رب بغیر کسی نسبت کے (بغیر اضافت) خاص اسم الٰہی ہے اور وہ کسی ایسے وجود کا متقاضی ہے جو مربوب ہو اور وہ اقتضاء معبود کو ثابت کرتا ہے اور معبود کا مقرر فرمانا حضرت علمیہ میں جو کچھ ظاہر ہوتا ہے اکوان سے اسماءِ ربانی کی ایک صورت اسمی ہے کہ حق اس صورت کی پرورش فرماتا ہے اپنے اسی اسم سے یعنی رب الارباب سے جمیع مربوبات کی جس سے مراد تمام موجودات خارجیہ ہیں۔

رَبُّ الارباب:۔ حق تعالیٰ ہے باعتبار اسم اعظم اور تعین اول کے کہ وہ منشا ہے تمام اسماء کا۔ وہی نہایت النہایات وقبلۂ حاجات وکعبہ خواہشات ورغبات وحاوی مطالب وجامع حاجات ومعارب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں اسی طرف اشارہ ہے۔"وَاَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَھٰی [۲]" (بے شک تیرے پروردگار کی طرف منتہا ہے) اور ہمارے نبی مکرم علیہ السلام اس تعین اول کا مظہر ہیں۔ اور ربوبیت عظمی آپ ہی کے ساتھ مخصوص اور مختص ہے۔

رتبۂ اسماءِ الٰھیہ:۔ تمام اسماء الٰہیہ یا ذاتیہ ہیں یا صفاتیہ یا فعلیہ ہیں۔ اس لئے کہ اسم کا اطلاق ذات پر باعتبار نسبت کے ہوتا ہے۔ اور اسی سے اس کا تعین ہوتا ہے۔ اور یہ اعتبار (جس کا ذکر کیا گیا ہے) یا تو ایک امر عیبی

---

۱ پ۳۰ سورہ مطففین ۱۴   ۲ پ۲۷ سورہ نجم ۴۲

http://Ashrafi.org

نسبی مخصوص ومعین ہے جیسے اول وآخر یا غیر نسبی ہے جیسے قدوس وسلام" ایسے اسماء اسمائے ذات کہلاتے ہیں۔اگر ان اسماء کے معنی عدمی نہیں بلکہ وجودی ہیں۔جن کا اعتبار عقل کرتی ہے اس طرح کہ ذات پر ان کو زائد سمجھا جاتا ہے۔تو یا تو ان کا تعلق غیر ذات پر موقوف نہیں ہے۔جیسے حیٌ اور واجبٌ یا موقوف ہے غیر کے سمجھنے پر نہ کہ وجود پر جیسے عالم اور قادر تو ایسے اسماء کو اسمائے صفات کہتے ہیں اور اگر ان کا تعلق موقوف ہے وجود غیر پر جیسے خالق ورزاق تو اس قسم کے اسماء کو اسمائے افعال کہتے ہیں۔اس لئے کہ یہ مصدر افعال ہیں۔

الرتق:۔ اصطلاح میں اجمال مادۂ وحدانیت ہے اس کو عنصر اعظم مطلق بھی کہا گیا ہے۔اور بستہ تھا آسمان وزمین کے پیدا کرنے سے پہلے اور کشادہ ہو گیا خلق سے اس کے تعین کے بعد اور حضرت واحدیت کی نسبت پر بولتے ہیں۔واحدیت کے عدم ظہور کے اعتبار سے اور بطون اشیاء پر جیسے حقائق کہ پوشیدہ تھے ذات احدیت میں حضرت واحدیت میں تفاصیل حقائق سے پہلے مثل درخت کے تخم میں۔

الرجاء:۔ ثقۃ الجود من الکریم:۔رجا کریم کے کرم پر پورا اعتماد رکھنا ہے۔بعض کہتے کہ جلال کو بنظر جمال دیکھنا رجاء ہے اور بعض کہتے ہیں کہ دل کی شادمانی حسن وعدہ پر رجاء ہے۔

الرّحمٰن:۔ اسم حق ہے باعتبار جمعیت اسمائیہ کے جو حضرت الٰہیہ میں ہے کہ اسی بارگاہ سے وجود اور ہر وہ چیز جو متابع وجود ہے کمالات سے فائز ہوتی ہے تمام ممکنات پر۔اسی لیے بعض حضرات نے اس کی اس طرح تعریف کی ہے کہ وہ فیض وجود ہے۔

الرّحیم:۔ اسم حق ہے۔باعتبار کمالات معنویہ کے فیضان کے اہل ایمان پر جیسے معرفت حق اور توحید۔

الرحمۃ الانشائیہ:۔ یہ وہ رحمتِ رحمانیہ ہے جو مقتضائے نعمت ہے اس طرح کہ عمل پر سابق ہے جیسا کہ رحمتی وسعت کل شیئی۔(میری رحمت نے ہر شئ کو ڈھانک لیا ہے)۔

الرحمۃ الوجوبیہ:۔ یہ وہ رحمت رحیمیہ ہے جو محسنین کے لئے موعود ہے (جس کا وعدہ محسنین سے کیا گیا ہے) فرمایا گیا "اِنَّ رَحۡمَتَ اللّٰہِ قَرِیۡبٌ مِّنَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ؕ [۱]" یہ رحمت داخل ہے انشائیہ میں کیونکہ وعدۂ رحمت عمل کے ساتھ مخصوص ہے (عمل احسان سے مختص ہے)

الرداء:۔ بندہ پر صفات حق کا ظہور ہونا ہے۔

الردی:۔ زبر کے ساتھ وہ بندہ کا حق کے صفات کا ظاہر کرنا ہے غلط طور پر اور وہ بندہ کی ہلاکی ہے۔حدیث قدسی ہے:۔الکبریآء ردائی والعظمۃ ازاری فمن نازعنی فی واحد منھما فقضمۃ ایی کسرۃ.

(بزرگی میری چادر ہے اور عظمت میری ازار ہے۔پس ان دو میں جس نے مجھ سے نزع کیا میں اس کو توڑ دوں گا)۔

---

[۱] پ ۸ سورہ اعراف ۵۶ (بے شک اللہ کی رحمت قریب ہے نیکی کرنے والوں سے)۔

http://Ashrafi.org

الرجا:۔ کریم کے کرم پر پورا اعتماد رکھنا ہے۔ کہا گیا ہے کہ جلال کو بہ نظر جمال دیکھنا ہے کہا گیا ہے کہ حسن وعدہ پر دل کا خوش ہونا ہے۔

الرسم:۔ خلق اور صفات خلق کا نام ہے۔ کیونکہ ماسویٰ اللہ سب اس کے آثار ہیں جو پیدا ہیں اس جلیل قدرت افعال والے کے افعال سے۔

الرّی:۔ تمام مقامات میں ان کی نہایات کا نام ہے۔

رسوم العلوم رقوم العلوم:۔ انسان کے مقامات شعور ہیں جو رسوم الٰہیہؔ ہیں جیسے سننا دیکھنا جو شکل بدنی میں بدستور ظاہر ہوئے ہیں اور مقامات شعور تھوڑے سے ہیں گویا کہ آراستہ فرمایا ہے دارالقرار کے دروازہ پر حق و باطل کے درمیان ناچار۔ پس جس کسی نے اپنی ذات کو اور اپنی صفات کو تمام وکمال پہچان لیا وہ عارف ہو گیا۔ یہاں تک کہ وہ پھر آثار حق، آثار صفات اور اس کے اسماء کا عارف بن جاتا ہے۔ اور اس طرح وہ اپنے رب کو پہچان لیتا ہے۔ (فقد عرف ربہ)۔

الرعونۃ:۔ حظ نفس کے ساتھ وقوف ہے اور طبائع کو مقتضی ہے۔

الرقیقۃ:۔ لطیفہ روحانیہ کو بولتے ہیں واسطہ لطیفہ پر جو دوستی کے درمیان رابطہ ہے جیسے حق سے بندہ کو مدد پہنچتی ہے اور اس رقیقہ کو رقیقہ العروج اور رقیقہ الارتقاء بھی کہتے ہیں اور رقائق کا اطلاق علومِ طریقت وسلوک پر بزرگوں نے کیا ہے۔ ہر اس چیز کو بھی کہا گیا ہے جس سے سرِّ عبد لطیف ہو جائے اور جو اس کے نفس کی کثافت کو اس سے گھٹا دے۔

الروح:۔ یہ بولا جاتا ہے بمقابل اس کے جو القا کرنے والا ہے۔ دل کی جانب علم غیب کو مخصوص طریقہ پر اصطلاح صوفیا میں انسانیت مجرّدہ کے لطیفہ کا نام ہے۔ اصطلاح اطباء میں ایسا بخار لطیف ہے۔ جو روح ونفس کے درمیان پایا جاتا ہے اور یہ مدرک کلیات وجزئیات ہے۔ حکما (فلاسفہ) نے قلب وروح کے درمیان فرق نہیں کیا۔ اور وہ قلب وروح کو نفس ناطقہ کہتے ہیں۔

الروح الاعظم، والاقدم والاول والآخر:۔ عقل اول کو کہتے ہیں۔

روح الالقاء:۔ علم غیب کا قلب پر القاء کرنے والا اور وہ جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ قرآن کو بھی روح القاء کہتے ہیں۔

الرغبۃ:۔ نفس کی رغبت ثواب میں اور دل کی رغبت حقیقت میں یعنی ملکوت میں اور سیر کی رغبت حق میں ہے۔

الرھبۃ الظاھر:۔ تحقیق قلب ہے امر سابق میں۔

الریاضۃ:۔ (۱) ریاضت الادب۔ فرمانبرداری نفس سے نکلنا ہے۔ (۲) ریاضت الطلب۔ مراد کی صحت ہے خلاصہ یہ کہ وہ عبارت ہے اخلاق محمودہ کی تہذیب سے۔

شرف ز

الزاجر:۔ مومن کے دل میں واعظ حق کا نام ہے اور یہ وہ نور ہے جو دل میں اترتا ہے اور مومن کو حق کی طرف بلاتا ہے

الزّجاجۃ:۔ صاحب دل کے دل کی طرف اشارہ ہے۔ اس صاحب دل کی روح چراغ ہے اس کا نفس شجرہ ہے اور اس کا بدن مشکوۃ ہے کہ یہ سب مراتب مطلق کے مظاہر ہیں۔

الزّمر:۔ نفس کلیہ کو زمر کہتے ہیں۔

الزمان:۔ زمانہ حضرت عندیت (واجب الوجود) کی طرف مضاف ہے۔ اس لیے اس کی آن ''دائم'' ہے۔

زواھر الانبیاء زواھر العلوم زواھر الوصلہ:۔ یہ علوم طریقت ہیں۔ جو تمام علوم میں اشرف وانور ہیں۔ اس کو زواہر دصلیہ اس لیے کہتے ہیں کہ وصل بحق علم طریقت پر موقوف ہے۔

الزوائد:۔ غیب پر ایمان ویقین کی زیادتی ہے۔

الزیتونیہ:۔ وہ نفس ہے جو قوت فکر سے نور قدس کے ساتھ اشتغال کے لیے مستعد اور آمادہ ہو۔

زینت:۔ نفس کی استعداد اصلی کو کہتے ہیں۔

الزاھد:۔ حضرت ابی ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی بندہ دنیا میں زاہد نہیں ہوسکتا مگر وہ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے حکمت کو ثابت فرما دیا اور اس کے ساتھ اس کی زبان کو گویا کر دیا اور دنیا کے عیوب کو اور اس کی بیماری و دوا کو اسے دکھا دیا اور اسکو دنیائے دارالسلام کی جانب سلامتی کے ساتھ نکال لیا۔ شیخ جعفر خلدی فرماتے ہیں کہ چار چیزوں کا نام دنیا ہے اور سب کی سب فانی ہیں اور وہ چار یہ ہیں۔ مال، کلام، طعام اور خواب ومنام۔ مال سرکش بنا دیتا ہے، کلام غافل کر دیتا ہے خواب نسیان لاتا ہے اور طعام بے ہوش کر دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ محبتِ دنیا کی طرف نہ جھکو کیونکہ تم کسی شکستگی کو جو تم پر جہاد کی طرف مائل ہونے سے زیادہ گراں ہو نہ لاسکو گے۔ شیخ جلاء فرماتے ہیں دنیا کو چشم زوال سے دیکھنا زہد ہے۔ شیخ دارانی کا ارشاد ہے کہ زہد اس چیز کا ترک ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے غفلت میں ڈالے اور اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اس عالم سے جس کو محبتِ دنیا نے مخمور کر دیا ہو کچھ نہ پوچھو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ میری راہِ محبت سے تجھ کو ہٹا دے وہی میرے بندوں پر ڈاکو ہیں۔

شرف س

السابقہ:۔ ایک عنایت ازلی ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے۔

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ۔ [۱]	اور ایمان والوں کو خوشخبری دو کہ ان کے لئے انکے رب کے پاس سچ کا مقام ہے۔

---

[۱] پ ۱۱ سورہ یونس ۲

http://Ashrafi.org

السالک:۔ اللہ کی طرف سیر کرنے والا' یہ مرید و منتہی کا متوسط درجہ ہے جب تک کہ وہ سیر میں ہے۔
السبحۃ:۔ تمام ہیئتوں (ہئیات) کا جوہر ہے۔یعنی ہیولیٰ کہ بذات خود غیر واضح ہے اور بغیر صورت کے واضح و تشخص نہیں ہوسکتا۔ وہ ایک محل ہے اور حال اس کا مقوم ہے (حال کا مقام ہے) اس میں رنگا رنگی ہے کہ ہر لحظہ ایک نیا رنگ اختیار کرتا ہے اور ہر نفس ایک صورت کے ساتھ موجود ہوتا ہے۔
الستر:۔ ہر وہ چیز جو خدا سے محجوب کردے جیسے عطاء دنیا اور عبادات و اعمال پر رکار رہنا۔
الستائر:۔ اعمال و صور کونیہ ہیں کہ اسماء الٰہی کے مظاہر ہیں۔
الستور:۔ بدن انسانیہ کی ہیاکل (ہئیت اور جسمانی بناوٹ) کے ساتھ مخصوص ہے۔ جو رابطہ ہے غیب و شہادت اور حق و خلق کے درمیان۔
سجودالقلب:۔ شہود حق تعالیٰ کے وقت' ذاتِ حق میں بندہ کا فنا ہوجانا سجود القلب ہے اس طور پر کہ جوارح کی مشغولیت اسکو حق سے باز نہ رکھے۔ (جوارح کی حرکات مانع شہود نہ ہوں)۔
السحق:۔ بندہ کی ترکیب کا قہر کے نیچے جانا ہے۔
سدرۃ المنتھی:۔ وہ برزخ کبیر ہے جہاں کامل مکمل کی سیر اور اہل کمال کے اعمال و علوم ختم ہوتے ہیں۔(اپنی نہایت کو پہنچ جاتے ہیں) اور یہ مرتبہ اسمائیہ کی انتہا ہے۔
السّر:۔ علم حق کو کہتے ہیں۔
سرّ الحال:۔ جو اس حال میں مقصود حق تعالیٰ سے پہچانا جائے۔
سرّ العلم:۔ حقی ہے کہ اس علم کا دانا ہے کہ عالم حق عین حق ہے حقیقت میں اگرچہ غیر حق ہے۔اعتبار میں۔
سرّ الحقیقت:۔ ظاہر کرنا حقیقت حق کو ہر شے میں۔
سر التجلیات:۔ ہر شی میں کل شی کا نظارہ کرنا یا شہود (شھود کل شیء فی کل شی)۔

آن یکی در ہر یکی پیدا نگر   اک وہی ہر ایک میں ہے مستتر
یک نظر در چشمِ مستِ ما نگر   میری چشمِ مست پر ہو اک نظر

اور یہ شہود تجلی اول کے انکشاف سے ہوتا ہے بحالت نزول اور ایسی تجلی والا احدیت الجمع کو تمام اسماء میں مشاہدہ کرتا ہے۔ ساتھ متصف ہونے ہر اسم کے تمام اسماء سے بسبب اتحاد اسماء کے ذات احدیت سے اور ممتاز ہونے اسماء کے تعینات میں جو کائنات میں ظاہر ہوئے ہیں جو کہ صورت اسماء ہیں۔
سرّ القدر:۔ ازل میں ہر عین کا جو کچھ حق ذات ہے اور جو کچھ اس عین کا احوال ہے وہ سر القدر کہلاتا ہے اب اس عین کا جو کچھ اقتضاء ہوگا وہی ظاہر ہوگا اس عین کے زمانۂ وجود خارجی میں اور حکم تابع ہے علم کا اور علم تابع ہے معلوم کا۔ پس یقیناً حق تعالیٰ جو حاکم و حکیم ہے حکم فرماتا ہے ہر شے پر مگر اُس شے پر جس کو ہر عین کے بارے میں جان لیا ہے حضرت علمیت میں اس کے ثبوت کے وقت جبکہ قافلہ ہائے جمال کو دکھایا۔

http://Ashrafi.org

سرُّ الرّبوبیہ:۔توقف ہے ربوبیت کا مربوب کے فوائد پر کیونکہ ربوبیت ایک نسبت ہے اور نسبت کے لئے ضروری ہے منتسب اور یہی منتسب مربوب ہے اور مربوب اعیان ثابتہ اعیان ثابتہ ہے عدم میں اور جو موقوف ہے معدوم پر وہ خود معدوم ہے۔ شیخ سہل بن عبداللہ تستری فرماتے ہیں۔

الربوبیۃ سرّ لو ظھرت لبطلت	ربوبیت ایک سرّ ہے جو اگر ظاہر ہو
المربوبیۃ [1]	جائے تو مربوبیت باطل ہو جائے۔

سرسرالربوبیہ:۔ایک قسم کا ظہور ہے صوراعیان میں اور صوراعیان بحیثیت اسکے کہ وہ مظہر رب ہیں پس وہ قائم ہیں ذات رب کے ساتھ۔ اس طرح رب ظاہر ہے تعیناتِ اعیان سے اور اعیان موجود ہیں وجود رب سے اس حیثیت سے اعیان عبد اور مربوب ہیں اور حق تعالیٰ اعیان کا رب ہے لیکن حقیقت میں حصول ربوبیت حق کے ساتھ ہی قائم ہے کہ اعیان ازل میں اپنے احوال کے ساتھ معدوم تھے۔پس ہر آئینہ سرالربوبیۃ کو بھی ایک سر ہونا چاہیئے کہ اگر ظاہر ہو جائے یہ سر تب بھی ربوبیت باطل نہ ہو لو ظھرت لم یبطل الربوبیۃ۔

سرائرالآ ثار:۔اسماء الہیّہ ہیں جو اکوان کے باطن میں روشن ہیں۔

السرار:۔سالک کا فنا ہونا، وصول کامل کے حال میں، جیسا کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔"لی مع اللّٰہ وقت لا یسعنی فیہ ملك مقرب ولا نبی مرسل"(میرے لیے خدا کے ساتھ ایک ایسا وقت بھی ہے کہ اس وقت میرے پاس نہ کسی فرشتہ کی گنجائش ہوتی ہے اور نہ کسی نبی مرسل کی)۔

سعۃ القلب:۔انسان کامل کا تحقق ہے حقیقت برزخیہ کے ساتھ جو جامع ہے وجوب وامکان کا۔

السفر :۔حق تعالیٰ کی طرف دل کی توجہ کا نام ہے اسفار چار ہیں۔

اوّل:۔السیر الی اللہ ہے یعنی منازل نفس سے افق مبین کی طرف۔یہ دل کا مقام نہایت ہے۔اور مبدا ہے۔

تجلیات اسمائے حق کا۔اس مقام پر تحقق ہوتا ہے اسماء کا اسمائے حق کے ساتھ۔

سیر ثانی:۔السیر فی اللہ ہے:۔یہ صفات حق سے اتّصاف (موصوف ہونے) کا نام ہے اور اسماء کا تحقق ہے اسمائے حق سے افق اعلیٰ تک۔ یہ روح کا مقام نہایت ہے اور حضرت واحدیت کی نہایت ہے۔

سیر ثالث:۔ترقی ہے جمع یعنی جمع کی اور حضرت احدیت کی اور یہ مقام قاب قوسین ہے جب تک دوئی باقی ہے اور جب دوئی اٹھ گئی اور مغائرت جاتی رہی تو ولایت کی نہایت ہے اور مقام اوادنیٰ ہے۔

سیر رابع:۔السیر باللہ عن اللہ تکمیل کے لئے اور یہ فنا کے بعد بقا اور جمع کے بعد فرق کا مقام ہے۔

سقوط الاعتبارات:۔احدیت ذات کا اعتبار ہے۔

---

[1] مخلوق کا ہر فرد مربوب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ رب کریم سے پرورش پا رہا ہے اور جسکی پرورش کی جائے وہ مربوب ہے۔

http://Ashrafi.org

السمائیۃ:۔ وہ معرفت جو عبارت میں نہ سما سکے۔

سوال الحضر تین:۔ وہ سوال ہے جو حضرت وجوب (واجب الوجود) سے لسان اسمائے الٰہیہ میں صادر ہوا نفس الرحمان سے جو صور اعیان (ثابتہ) کا طالب ظہور تھا۔ اور دوسرا وہ سوال ہے جو حضرت امکان سے ہے زبان اعیان میں جو طالب ظہور امکان ہے اسماء میں اور طالب امداد نفس ہے اتصال پر۔ دونوں سوالوں کی اجابت ابدی ہے۔

السُّکر:۔ وارد قوی کی وجہ سے منجانب حق غائب ہو جانا ہے اور عقل کا مشاہدہ سے مخمور ہو جانا ہے۔

السَّکینۃ:۔ جو بندہ نزول غیب کے وقت سکون واطمیان پاتا ہے۔

سواد الوجہ فی الدارین:۔ ذات خداوندی میں اس فنائے کلی سے عبارت ہے کہ ظاہرً او باطناً کیا دنیا کیا آخرت سالک کیلئے کوئی اور ہستی باقی نہ رہے۔ اور وہ فقر حقیقت ہے اور عدم اصلی کی طرف رجوع کرنا ہے۔ اسی بناء پر کہا گیا ہے۔

"اذا تم الفقر فهو الله." (جب فقر تمام ہو گیا تو پھر اللہ ہی اللہ ہے)۔

شرف ش

الشاھد:۔ مشاہدہ کے اثر سے دل پر جو کیفیت یا اثر ظاہر ہو خواہ علم لدنّی کے ذریعہ ہو یا بطریق وجد ہو یا حال وتجلی سے ہو یا شہود اس کا واسطہ ہو۔

الشجرہ:۔ انسان کامل کو کہتے ہیں۔

الشرب:۔ تجلیات کا درمیانی درجہ ہے۔

الشریعۃ:۔ اپنے فعل کی نسبت سے بندگی کے التزام کو شریعت کہتے ہیں۔

الشطح:۔ (شطحیات جمع) الشطح لغت میں حرکت کو کہتے ہیں۔ اسی اعتبار سے چکّی کو اس کی حرکت کی کثرت کی بنا پر شطاح کہتے ہیں۔ پانی کی جب اس قدر کثرت ہو جاتی ہے کہ بجائے بہنے کے ابلنے لگتا ہے تو اس موقع پر کہتے ہیں "شطح الماء فی النهر۔" عارفوں کی اصطلاح میں واجدین (وجد کرنے والوں) کی تیز حرکت کو "شطح" کہتے ہیں۔ جب ان کا وجد اس قدر قوت پکڑ لیتا ہے کہ وہ ان کی استعداد کے ظرف سے اُبل پڑتا ہے اور معارف واسرار الٰہی سے جو ایک بحر ذخار ہے کچھ پانی باہر نکل کر آ جاتا ہے۔ اور ایسی عبارتوں کی صورت میں نمایاں ہوتا ہے کہ عقل اس کے ادراک سے عاجز رہتی ہے۔ ان عبارات اور بیان کو شطح کہتے ہیں۔

شعب الصدع:۔ حضرت واحدیت سے حضرت احدیت کی طرف ترقی کر کے جمع بر جمیع وفرق ہے لیکن صدع الشعب اس کے برعکس احدیت سے واحدیت کی طرف نزول ہے۔ بقا بعد از فنا کے حال میں غیر کی تکمیل کے لئے۔

الشفع:۔ خلق ہے اور وہ وجود کا مرتبہ ثانیہ ہے اور شفع و وتر دونوں منقسم ہیں جفت وطاق کی طرف کیونکہ اسماء الٰہیہ ظاہر یہ تو خلق ہیں جب تک حضرت واحدیت کی شفیعت حضرت احدیت کی وتریت سے نہ ملی اسماء الٰہیہ ظاہر نہیں ہوئے۔

الشکر:۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ بار الٰہا! میں تیرا شکر کس طرح ادا کروں کہ تیرا شکر ادا کرنا میرے لیے ایک نعمت ہے جو تیری طرف سے عطا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی نازل کی کہ اے داؤد! اب تم نے شکر ادا کر دیا (یہ کہنا بھی شکر میں داخل ہے)

شیخ ابوبکر درّاق فرماتے ہیں کہ شکر مشاہدہ احسان اور عزت وحرمت کا تحفظ ہے۔ شیخ ابوعثمان کہتے ہیں کہ ''شکر شناخت عجز است از شکر۔'' شکر ادا کرنے سے عاجز رہنے کی شناخت ہی شکر ہے۔ حضرت جنید قدس سرہٗ نے کہا کہ شکر یہ ہے کہ اپنے پروردگار کی نعمت کو اسکی طاعت پر مددگار بناؤ۔

الشھود:۔ رویت حق بحق شھود ہے (حق کا مشاہدہ حق کے ساتھ)۔

شھود المفصل فے المجمل:۔ ذاتِ احدیت میں کثرت کو دیکھنا ہے۔

شھود المجمل فے المفصل:۔ احدیت کو کثرت میں دیکھنا ہے۔

شواھد الحق:۔ مکون سے حقائق اکوان کا مشاہدہ کرنا ہے۔

شواھد التوحید:۔ تعینات اشیا کو کہتے ہیں اس لیے کہ ہر شئی میں ایک احدیت (یکتائی) موجود ہے۔ ایک تعین خاص کے ساتھ کہ وہ اسی تعین خاص کی بناء پر اپنے غیر سے ممتاز ہے۔

شواھد الاسماء:۔ احوال و اوصاف و افعال کے اعتبار سے رنگوں کا اختلاف جیسے مرزوق رزاق سے محی زندہ سے اور مردہ ممیت سے۔

الشیون:۔ تعین اولیٰ کے جمال کی کثرت ہے۔ یہ شیونات ذاتیہ ہیں اور اُن انوار التوحید کو کہتے ہیں جو اہل معرفت کے دلوں پر جلوہ گر ہوتے ہیں شیون کو حروف عالیہ بھی کہا جاتا ہے۔

شرف ص

الصدیق:۔ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے داؤد جس نے اپنے پوشیدہ حال میں میری تصدیق کی تو میں نے اس کو مقبولیت کے وقت اعلانیہ صدیق کر دیا۔ حضرت ابراہیم خواص نے فرمایا کہ خلق اللہ سے دو عادتوں میں جدا ہوگئی۔ ایک یہ کہ انہوں نے نوافل کو طلب کیا اور فرائض کو ضائع کر دیا، اور دوسرے یہ کہ انہوں نے ظاہر کو اختیار کیا اپنے نفس کے لئے صدق کو اختیار نہ کیا۔

الصبر:۔ حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبر نصف ایمان ہے اور اللہ

تعالیٰ نے حضرت داوٴد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے داوٴد میرے اخلاق اختیار کرو کیونکہ میں صبور ہوں اور ابوعثمان مغربی نے کہا میں نے حضرت خضر علیہ السلام کو فرماتے سنا کہ اگر مقرب ہونا چاہتے ہو تو صبر کو لازم کرلو اور ابن عطاء نے کہا کہ صبر بلا کے ساتھ موافق آداب کے واقع ہونا ہے۔

الصعق:۔حق میں تجلّی ذات کے وقت فنا ہو جانا ہے۔

صورۃ الحق:۔ یہ رسول اکرم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں بسبب متحقق ہونے آپ کے حقیقت احدیت و واحدیت کے ساتھ اور اُسکی تعبیر صاد سے کی جاتی ہے جیسا کہ اس پر ابن عباس نے روشنی ڈالی ہے۔ جب صاد کا معنی پوچھا گیا تو فرمایا کہ مکہ میں ایک پہاڑ ہے جس پر عرشِ رحمٰن تھا۔

شرف ط

الطوالع:۔تجلیات اسمائے الٰہیہ سے بندہ کے دل پر جو پہلی تجلی وارد ہوتی ہے اور تنویر باطنی سے اس کے اخلاق واوصاف کو مزین کرتی ہے۔

الطاھر:۔وہ پاک وجود ہے جس کو اللہ تعالیٰ مخالفات سے محفوظ رکھتا ہے۔

طاھرالظاھر:۔وہ شخص جس کا دامن معاصیٔ ظاہر سے پاک ہو۔

طاھرالباطن:۔وہ معصوم ہے جس کو حق تعالیٰ وسواس اور خطرات شیطانی اور تعلق غیر سے محفوظ رکھے۔

طاھرالسِرّ:۔وہ ہے جو ایک لحظہ اور ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ تعالیٰ سے غافل نہ رہے۔

طاھرالسِرّ العلانیہ:۔وہ صاحب کمال جو حقوق حق وخلق کی ادائیگی میں دائم وقائم ہو جانبین کی رعایت کے ساتھ۔

الطبیعۃ:۔وہ فعل یا حرکت جو بغیر ارادہ کے سرزد ہو۔صوفیہ کے نزدیک طبیعت کے معنی ہیں وہ سرایت کرنے والی شیئ جو سرایت کرتی ہے تمام موجودات یعنی عقول ونفوس مجرد اور غیر مجرد اور تمام اجسام میں، حکماء کے نزدیک یہ وہ قوت ہے جو شرف العباد ہے اور تمام اجسام میں جاری وساری ہے تاکہ اجسام کو ان کے کمال طبعی پر پہنچادے تو جو حکماء کے نزدیک ہے وہ اسکی ایک قسم ہے جو صوفیوں کے نزدیک ہے۔

طب الروحانیہ:۔قلوب کے کمال کی صورت میں ایک علم ہے جو دلوں کے امراض وآفات کو بیان کرتا ہے۔مع حفظ صحت واعتدال کے اور دفع امراض وصحتِ کامل اور کمالات کے اعتدال سے بحث کرتا ہے۔(اس میں تمام دلی امراض اور اس کے علاج سے بحث کی جاتی ہے اور اعتدال قلب اور حفظِ صحت کے اصول بیان کئے جاتے ہیں۔)

طبیب روحانی:۔وہ شیخ ہے جوطب روحانی کا عارف ہواور ارشاد وتکمیل پر قادر ہو۔(طبیعت کو کمال پر پہنچا سکے)۔

الطبیعۃ الکلیہ:۔یہ نفس رحمان ہے۔

الطریقۃ:۔وہ سیرت جو سالک الی اللہ کے ساتھ مخصوص ہواز قسم قطع منازل وترقی درجات ومراحل۔

الطراز الاول:۔احکام الوہیت کا نام ہے۔

الطمس:۔تمام رسوم کا فنا ہوجانا کلی طور پر صفات نور الانوار میں طمس ہے۔

شرف ظ

الظاہر الوجود و وجود الظاہر:۔وہ حق کی تجلی وظہور ہے صور ممکنات میں قبل وجود ظاہر کے تعینات اعیان ثابتہ میں پہلے اور تعینات خارجیہ میں دوبارہ۔دوسری مراد ظاہر وجود سے حضرت وجود کی حیثیت عالمیہ ہے۔

ظاہر العلم:۔صور علمیہ کو کہتے ہیں۔

ظاہر الممکنات:۔صور اعیان اور صفاتِ الممکنات میں تجلی حق ہے۔اس تجلی کو وجود اضافی کہتے ہیں ظاہر وجود بھی کہا جاتا ہے۔

الظل الظاہر:۔ایک وجود اضافی ہے جو اعیان ممکنہ کے تعینات کے ساتھ ظاہر ہے۔اور تعینات معدومات کے احکام کو بھی کہتے ہیں جو اسم النور کے ساتھ ظاہر ہوا۔اور یہ وہ وجود خارجی ہے جو اعیان ممکنہ سے منسوب ہے۔صور اعیان میں جو نور ظاہر ہے وہ اعیان کی ظلمت عدمیہ کو چھپالیتا ہے۔اس طرح وہ نور سایہ بن جاتا ہے۔بالکل اسی طرح جیسے ظل کے وجود کا ظہور نور سے ہے۔(نور نہ ہوتا تو سایہ نہ ہوتا)اور سایہ خود اپنے نفس میں معدوم ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے" ۱؎ اَلَمۡ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ كَيۡفَ مَدَّ الظِّلَّ ج"(کیا تو نے اپنے پروردگار کو نہیں دیکھا کہ اس نے کس طرح سایہ کو دراز کیا)۔پس یہ وجود اضافی ہے جو اعیان ممکنات کو دیا گیا ہے کہ اس نور سے پہلے ظلمت عدم تھی۔

الظلمۃ:۔مشائخ نے فرمایا ہے کہ ظلمت عدم نور کا نام ہے یہ اسی کی شان ہے کہ جب چاہتا ہے اس کو منور فرما دیتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا يُخۡرِجُهُمۡ مِّنَ	اللہ ایمان لانے والوں کا ولی ہے جو اُن کو
الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ ط ۲؎	ظلمات سے نکال کر عالم نور میں لاتا ہے۔

۱؎ پ ۱۹ سورہ فرقان ۴۵ ۲؎ پ ۳ سورہ بقر ۲۵۷

http://Ashrafi.org

ظلمت کا اطلاق کبھی علم بالذات پر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے ساتھ غیر منکشف نہیں ہوتا۔

الظل الاوّل:۔ عقل اول کو کہتے ہیں اس لئے کہ وہ اول عین (وجود) جو نورحق سے ظاہر ہوا اور جس نے صورت کثرت کو قبول کیا اور وحدت ذاتیہ کے شیون کا جس میں تعین ہوا وہی عقل اوّل ہے۔

ظل الٰہ:۔ انسان کامل ہے جو متحقق ہے حضرت واحدیت کے ساتھ۔ [1]

شرف ع

العالم:۔ ظل وجود ثانی ہے۔ اور سلطان ظل اللہ وہی موجود ہے یعنی وجود حق، جو صور مجموع میں ظاہر ہے، ظہور حق اور وجود ممکنات مسمّٰی ہے اسم غیر سے۔ اضافت وجود یہ ممکنات سوائے اس نسبت کے اور کوئی وجود نہیں ہے۔ وجود حقیقت میں عین حق ہے اور ممکنات ثابتہ اپنی عدمیّت کے ساتھ، حق سبحانہ تعالیٰ کے علم میں موجود ہیں۔ اور یہ ممکنات وہ شیون ذاتیہ ہیں جو غیب الغیوب میں ہیں پس بہر طور عالم صورت حق ہے اور حق ہویت عالم ہے اور یہ تمام تعینات وجود واحد میں احکام اسم الظاہر ہیں حق کے اور اسم الظاہر مقام تجلّی ہے اسم الباطن کا۔

عالم الجبروت:۔ اسمآ وصفات الٰہیہ کے عالم کو کہتے ہیں۔

عالم الامر وعالم الملکوت وعالم الغیب:۔ عالم ارواح وروحانیات ہیں جو امرِ حق سے موجود ہیں مادہ اور مدّت کے توسط کے بغیر۔

عالم الخلق وعالم الملک وعالم الشھادۃ:۔ عالم اجسام وجسمانیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس عالم الخلق کو عالم الامر کے بعد پیدا فرمایا ہے مادہ اور زمان کے ساتھ۔

العارف:۔ وہ صاحب نظر ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے خود کی ذات وصفات وافعال کا دیکھنے والا بنا دیا ہے اور اس کی یہ معرفت دیدہ ہو شنیدہ نہ ہو۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا: عارف کے لئے ہر سانس میں ایک ہزار شہید کا درجہ ہے اور شہداء آرزو کرتے ہیں کہ عارف ہو جائیں بسبب اس کے بلندی درجہ کو چاہتے ہیں۔

العارف العظیم القلب الکبیر العباد:۔ عہد کا توڑ دنیا ہے کہتے ہیں تو کرتے نہیں ہیں یا وعدہ کرتے ہیں تو وفا نہیں کرتے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ [2] کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَاللّٰہِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَالَا تَفْعَلُوْنَ ہ ''(بڑا ناگوار ہے اللہ کے نزدیک یہ کہ کہو اس کو جو نہیں کرتے)۔

العبادت:۔ انتہائی مسکینی وبے چارگی ہے۔ شعر

دروازہ پہ ان کے ہوں پڑا خوار وحقیر　　جیسے کوئی اِک بندۂ مسکین وفقیر

عبادت عام کے لئے ہے اور عبودیت خاص اور خاص الخاص کے لیے سلوک طریقت میں۔ خاص کی عبودیت حق کی بارگاہ میں سچے ارادہ کے ساتھ اپنی نسبت کا صحیح کرنا ہے اور خاص الخاص کی عبودیت یہ ہے کہ وہ مشاہدہ فرمائیں۔

---

[1] جیسا کہ مولانا روم نے فرمایا ہے۔ پیر کامل صورتِ ظلِ الٰہ　یعنی دیدِ پیر دیدِ کبریا　[2] پ ۲۸ الصف ۳

http://Ashrafi.org

کہ سب قائم ہے حق کے ساتھ بندگی وتعبد میں اور یہ گروہ مقام احدیت فرق وجمع میں حق کے ساتھ ہے۔

العبادلۃ:۔ تجلیات اسمائیہ والے ہیں جب تحقق پائیں اسماء الٰہی کے کسی اسم کی حقیقت سے اور متصف ہوں اس صفت سے جو اس اسم کی حقیقت ہے۔ اور اپنے کو عبودیت سے اس اسم سے منسوب کیا ہو بسبب مشاہدہ کرنے ربوبیت کے اور وہ اسم ہر بندہ کا ایک نام کے ساتھ یہاں مخصوص ہے۔

عبداللہ:۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ عبداللہ وہ بندۂ کامل ہے جس پر اللہ تعالیٰ اپنے تمام اسماء کیساتھ تجلّی فرماتا ہے اور یہ نام اس وقت تک متحقق نہیں ہوتا جب تک اس بندے کا عین ثابت تمام اعیان ثابتہ کا جامع نہیں بن جاتا ایسا بندہ تمام بندوں میں اتم واکمل ہوتا ہے اور یہ ولی کا ارفع واعلیٰ مقام ہے کہ وہ تمام اوصاف الٰہی کے ساتھ اتصاف حاصل کرلے چنانچہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ اسمِ خاص ہے (آپ کی ذاتِ گرامی سے مخصوص ہے) جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُاللّٰهِ يَدْعُوْهُ [۱]"

(اور بے شک کہ جب کھڑے ہوئے عبداللہ کہ دعا فرمائیں)

پس یہ اسم حقیقت میں حضور ہی کے لئے ہے اور آپ کے بعض وارثوں کے لئے خاص نیازمندی کے باعث اور ان حضرات پر جو غیر اقطاب ہیں اس اسم کا اطلاق بطور مجاز ہے اور اصحابِ سلوک سے ایسا کوئی سالک نہیں ہے کہ وہ اسماء حق سے کسی اسم سے متصف نہ ہو، تمام بندے اسم الٰہی میں سے کسی نہ کسی اسم سے موسوم ہیں جیسے عبدالرزاق اور عبدالعزیز اس اسم کے معنے کے قرینے سے نام پاتا ہے۔ ہم نے اس بات کو یہاں مختصراً بیان کردیا ہے۔

العبرۃ:۔ جو کچھ گذرے اس پر آدمیوں کی ظاہری حالتیں بھلی اور بری سے اور جو کچھ جاری ہے آدمیوں پر نفع ونقصان سے دنیا وآخرت میں ثواب وعذاب پر جو لوگوں کو ملے گا اور جزاء میں اور بواطن وامور پوشیدہ پر تاکہ ظاہر ہو اس پر نتائج امور اور معرفت غیوب فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امرت ان یکون نقطی ذکرًا وصمتی فکر او نظرتی عبرۃ (میں مامور ہوں کہ میری گویائی ذکر ہو اور میرا سکوت فکر ہو اور میری نظر عبرت ہو) عبرت میں عبور داخل ہے ملاحظہ حکمت سے ظواہر خلقت میں دیکھنے سے حکمت حکیم کو ظاہر وجود میں باطن وجود تک یہاں تک کہ حق وصفاتِ حق کو وہ تمام اشیاء میں مشاہدہ کرے۔

العلم الاضافی:۔ وہی وجود علمی ہے۔

علم الیقین:۔ وہ جو طریق نظر واستدلال سے ہو۔

عین الیقین:۔ جو بطورِ کشف وعطا ہو۔

حق الیقین:۔ جو آلودگی خاک وگل سے جدا ہونے سے ہو۔ کہا گیا ہے کہ علم الیقین اولیاء کے لئے اور

---

[۱] پ ۲۹ سورہ جن ۱۹

http://Ashrafi.org

عین الیقین خواص اولیاء کے لئے اور حق الیقین انبیاء کے لئے اور بعض صوفیہ نے کہا کہ علم الیقین تفرقہ کا حال ہے اور عین الیقین جمع کا حال ہے اور حق الیقین جمع الجمع کا حال ہے کہا گیا ہے کہ علم الیقین عقیدہ ذہنیہ حقہ ہے بغیر تردد و اضطراب کے، اور عین الیقین مشاہدہ ہے بغیر حجاب کے اور حق الیقین ایک ہوجانا ہے بعد قرب کے اور فرمایا کہ عالم علم الیقین کے ساتھ چاہتا ہے عالم وعلم ومعلوم کو اور جب ترقی کی عین الیقین تک تو ہوگیا علم ومعلوم، اور جب ترقی کی حق الیقین تک تو ہوگیا معلوم اور کچھ نہیں۔ علم الیقین وہ ہے جو دلیل نے دیا اور عین الیقین وہ ہے جس کو مشاہدہ وکشف نے عطا کیا اور حق الیقین وہ ہے جو حاصل ہوا اس چیز سے جس کا مقصود یہ مشہود ہے اور یہ اصطلاح صغیر سے ہے۔

العقیدہ:۔ اور وہ تصدیق قلبی ہے۔

العموم:۔ جو اشتراک سے صفات میں واقع ہوتا ہے۔

العدل:۔ وہ ایک بھید ہے جس پر آسمان وزمین اور جو اُن میں ہے قائم ہے۔

العقل العادی:۔ وہ عقل ہے جو وہم وخیال کی آمیزش سے امن میں نہیں ہے۔

العقل المحقق:۔ جو اُس کے مقابل ہے۔

العقاب:۔ علم ہے۔

العقل الاول:۔ عقل اوّل جبرئیل علیہ السلام ہیں اور یقین اول کو بھی کہتے ہیں۔

عقل کل:۔ بعض جبرئیلؑ کو اور بعض اسرافیل کو بھی کہتے ہیں۔

عقول:۔ عالم ارواح کے نفوس ہیں ملائیکہ واجسام سے اور عرش سے تحت الثریٰ تک عناصر وموالیہ سے۔

العماء السحاب:۔ اس رقیق بادل کو کہتے ہیں جو قدرے سورج کی روشنی کو چھپا دیتا ہے یہ لغوی معنی ہیں۔ اصطلاح تصوف میں وہ تعین ہے جو جامع ہو تمام تعینات کا اجمالی طور پر اس کو تعین اول بھی کہتے ہیں۔ یعنی اس سے حضرت واحدیت مراد لیتے ہیں۔

العلۃ:۔ عبارت ہے بندہ کی بقاء لذت سے عمل یا حال یا مقام میں یا اسم کا بقا ہے صفت کے ساتھ۔

العمدۃ معنویہ:۔ روح عالم وقلب عالم اور نفس عالم کو کہتے ہیں۔

العنقا:۔ کنایہ ہے ہیولیٰ سے اس لئے کہ ہیولیٰ عنقا کی طرح دیکھا نہیں جاسکتا اور ہیولیٰ بغیر صورت کے متشخص نہیں ہوسکتا۔ بظاہر موجود نہیں ہوسکتا۔ ہیولیٰ مطلقہ معقولہ تمام اجسام میں مشترک ہے۔

عوالم اللبس:۔ حضرت احدیت کی طرف سے تمام مراتب نازلہ کو کہتے ہیں اس لئے کہ ذات اقدس تنزل فرما کر تعینات کے ساتھ مراتب میں جلوہ فگن ہوکر متصف ہوئی صفات روحانیہ مثالیہ حیثیہ سے۔

العین الثابتہ:۔ حقیقت شی حضرت علمیہ (الٰہی) میں جو ابھی موجود نہیں ہے بلکہ معدوم ہے ثابت ہے علم الٰہی میں مرتبہ الثانیہ میں۔

عین الشئی:۔ عین اشیاء حق ہے۔

http://Ashrafi.org

عین اللہ وعین العالم:۔ انسان کامل ہے جو حقیقتِ برزخیہ کبری کے ساتھ متحقق ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اسکی نظر سے نظر فرماتا ہے عالم پر اور اسی کے وجود سے مخلوق پر رحمت فرماتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔

"لَوْلاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلاکَ۔" (اگر آپ مقصود نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا)۔

چونکہ اللہ تعالیٰ اسم البصیر کے ساتھ متحقق ہے ناچار وہ دیکھتا ہے عالم تعین میں یہ اسم اور اس کا مشاہدہ کرتا ہے۔

عین الحیوانات:۔ اسم "الحی" کا باطن ہے اور اس کے بعد کہ تحقیق پائے حی سے اور چشم حیات سے شربت پئے

العید:۔ مایعود علی القلب من التجلی ووقت تجلی کیف کان۔ یعنی عید وہ کیفیت ہے جو تجلی کے وقت دل پر عائد ہوتی ہے جیسا بھی ہو۔

عین الحکم:۔ زبان فرحت سے دعا کے وقت نہایت خصوصیت کا ظاہر کرنا ہے۔

شرف غ

الغراب:۔ جسم کلّی سے کنایہ ہے اور جسم کلّی حضرت احدیت کے عالم قدس سے بغایت دور ہے اس لیے اس کا ادراک نوریت اس بُعد کے ساتھ نہیں ہوسکتا اور غراب (کوّا) بُعد و رنگ میں اس کے مانند ہے۔

الغشاوہ:۔ وہ چیز ہے جس کے باعث آئینہ دل مکدر ہو جائے۔

الغنی:۔ مالکِ تمام اغنی بالذات صرف ذات حق تعالیٰ ہے کہ حقیقت اشیا اس کی ملک ہے اور بندہ غنی وہ ہے جو حق کے ساتھ غنی ہو اور غیر حق سے مستغنی ہو پس جس کے پاس (ساتھ) حق ہے وہ سب کچھ رکھتا ہے۔ بلکہ غیر حق کو نظروں میں نہیں لاتا۔ جب بندہ مطلوب کو پالیتا ہے تو وہ شہود محبوب سے خوش ہو جاتا ہے (شہود محبوب کی بشارت حاصل ہوتی ہے۔)

الغوث:۔ وہ قطب ہے کہ جب اس سے پناہ لی جاتی ہے تو اُس وقت وہ اسم غوث سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اور چند نام اس کی ذات متبرکہ پر بولے گئے ہیں قطب اور قطب المدار اور انسان کامل اور جہانگیر اور مثل اس کے۔

الغربۃ:۔ بمقابلہ دوری وطن کے تلاش مقصود میں بولا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ حال سے غربت اُس کی لازمی حقیقت ہے۔

غربۃ الحق:۔ معرفت غیب سے دہشت کی وجہ سے۔

غیبۃ القلب:۔ اُس علم سے جو جاری ہے احوال خلق سے حس کو مشغول کر لیتا ہے۔

الغیب:۔ ہر وہ چیز جس کو حق نے بندہ سے اس کی وجہ سے چھپایا نہ کہ اپنی طرف سے۔

غیب الھویۃ وغیب المطلق:۔ذات حق ہے باعتبار لاتعین کے۔

الغیب المکنون والغیب المصون:۔ذات اورکنہ ذات ہے۔

وَمَا قَدَرُو اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ ۱؎ (اورانہوں نے اللہ کی قدر نہ کی جیسا اس کا حق تھا)۔

مصرعہ غیراوقدراونمی داند غیرحق قدرحق کو کیا جانے

الغین الدین:۔ایک صدا وررد ک ہے اور صدباریک پردہ ہے جو روشن ہوتا ہے تصفیہ سے اور زائل ہوجاتا ہے نور تجلی سے بواسطۂ بقاء ایمان کے اس کے ساتھ لیکن ۱؎ غین شہود سے فراموشی ہے یا شہود سے پردہ میں ہوجانا ہے صحت اعتقاد کے ساتھ۔

شرف ف

الفتوۃ:۔یہ رقیق کا مقابل ہے تفصیل ہے مائدہ مطلقہ کی مادۂ نوعیہ کی صورتوں میں مع ظہور اس کے جو باطن ہے حضرت واحدیت میں نسبت اسمائیہ سے اور ظاہر ہونے اس چیز کے جو پوشیدہ ہے ذات احدیت میں شیون ذاتیہ سے جیسے حقائق کونیہ تعین خارجی کے بعد۔

الفتوح:۔جو کشادہ ہو بندہ پر بعد اس کے کہ بند تھا اس پر ظاہری وباطنی نعمتوں سے جیسے ارادتیں اور عبادتیں اور علوم اور معارف اور مکاشفے وغیرہا۔

الفتح القریب:۔وہ چیز جو کشادہ ہو بندہ کے دل پر مقام دل سے اور ظاہر ہوں اس پر دل کے صفات وکمالات وقت طے کرنے اور قطع کرنے منازل نفس کے چنانچہ اسی مقام کا اشارہ ہے:

نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَ فَتْحٌ قَرِیْبٌ ۲؎ اللہ کی طرف سے مدد اور قریب آنے والی فتح

الفتح المبین:۔وہ چیز ہے جو کشادہ ہو بندہ پر مقام ولایت وتجلیات الوار اسماء الہیہ سے جو مٹادینے والے ہیں دل کے صفات وکمالات کو اشارہ ہے اس حالت کی طرف قول اللہ تعالیٰ کا:۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا ۳؎ بے شک فتح دی ہم نے تمہارے لئے روشن فتح

یعنی صفات نفسیہ وقلبیہ کو۔

الفتح المطلق:۔یہ تمام فتوحات (باطنی میں) اعلیٰ اکمل واعظم ہے اور یہ وہ کیفیت یا حال ہے جو بندہ کے لئے فتح کردیتی ہے تجلیات ذات احدیت کو اور بندہ تمام رسوم خلقیہ کی فنا کے بعد عین جمع میں پہنچ جاتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں اس طرف اشارہ موجود ہے۔

۱؎ پ۲۴ سورہ زمر ۶۷ ۲؎ پ ۲۸ الصف ۱۳ ۳؎ پ ۲۶ الفتح ۱

۱؎ حضرت علی بن عثمان ہجویری قدس سرہ ''کشف المحجوب'' میں اس کی توضیح اس طرح فرماتے ہیں "غین" دل پر ایک باریک پردہ ہوتا ہے جو استغنا سے اُٹھ جاتا ہے اور یہ دو قسم کا ہوتا ہے۔ایک لطیف دوسرا غلیظ۔غلیظ کافروں اور غافلوں کے لئے۔

http://Ashrafi.org

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ ؎۱ جب اللہ کی فتح اور مدد آئے

الفترت:۔ انکسار اور ضعف کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں اس حرارت کا ساکن ہوجانا ہے جو طالب کے لیے ہدایت میں لازم ہوتی ہے۔ (ہدایت میں طالب کی حرارت کا سکون فترت ہے)۔

الفرق الاوّل:۔ خلق کی وجہ سے حق سے احتجاب اور رسوم خلقیہ کا باقی رہنا فرق الاول ہے۔

الفرق الثانی:۔ قیام خلق کا شہود ہے حق کے ساتھ اور وہ کثرت میں وحدت اور وحدت میں کثرت ہے اور غیر سے پردہ میں ہوجانا ہے بوجہ وحدانیت کے وحدت و کثرت سے۔

الفرقان:۔ عالم تفصیلی ہے جو فرق کرنے والا ہے حق و باطل کے درمیان اور قرآن علم لدُنّی اجمالی ہے۔ جو تمام حقائق کا جامع ہے۔

فرق الجمع:۔ مراتب میں واحد کا اپنے ظہور میں کثیر ہونا اس سے مراد احدیت کا ظہور شیئون ہے۔

فرق الوصف:۔ ظہور ذات باعتبار احدیت ہے ان اوصاف کے ساتھ جو حضرت واحدیت میں ہیں

الفرق بین المتخلق والمتحقق:۔ متخلق وہ ہے جس نے بالقصد و بالارادہ اوصاف حمیدہ اور فضائل اخلاق کو حاصل کیا ہو اور کمینگیوں اور برائیوں سے پرہیز کیا ہو اور اس کے لئے اسمائے الٰہیہ ہیں اور متحقق وہ ہے یعنی متحقق باسمائے الٰہیہ وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اوصاف و اسماء کا مظہر بنایا ہو۔ اور اس پر اپنے اسماء و اوصاف کی تجلّی فرمائی ہو۔ اور اخلاق و اوصاف (کبھی) اس سے محو ہو گئے ہوں۔

الفرق بین الکمال والشرف والحسنہ:۔ کمال سے مراد اسمائے الٰہیہ اور حقائق کونیہ کا حصول ہے۔ جس شخص میں ان اسمائے الٰہیہ اور حقائق کونیہ کا حظ وافر موجود ہوگا اور ان کا ظہور بدرجۂ تم ہوگا اور جمعیت الٰہیہ تمام اسمائے صفات کے ساتھ اس میں جتنی زیادہ ہوگی اتنا ہی اس کا کمال زیادہ ہوگا اور جس میں اسمائے الٰہیہ سے یہ حظ کم اور ناقص ہوگا اتنا ہی وہ مرتبہ خلافتِ الٰہیہ سے بعید تر ہوگا۔ لیکن شرف عبارت ہے اٹھ جانے سے درمیان کی چیزوں سے موجد اور موجود کے درمیان اور ہر شے کہ اس کے اور حق کے درمیان وسائط کم ہوں اور اس کے احکام وجوب اس کے احکام امکان پر غالب ہوں تو وہ اغلب ہے اور اگر وسائط زیادہ ہوں اس کے اور حق کے درمیان تو احسن ہے تو عقل اول و ملائکہ مقربین انسان سے کامل اشرف ہیں اور انسان اُن سے زیادہ اکمل۔

الفطور:۔ خلق کی تمیز حق سے تعین اور توابع تعین کی وجہ سے۔

الفھوانیہ:۔ عالم مثال میں مکالمہ (؎۲ اَلَسۡتُ بِرَبِّكُمۡ قَالُوۡا بَلٰى) کے طریقہ پر حق کا خطاب ہے۔

الفیض الاقدس:۔ صور اعیان میں جو خود اس کے علم میں تھیں حق سبحانہ کا ظہور باعتبار ازل، ان صور اعیان کی قابلیتوں اور ان کی قبول فیض کی استعداد کے ساتھ۔

؎۱ پ ۳۰ النصرا ؎۲ پ ۹ الاعراف ۱۷۲

http://Ashrafi.org

الفیض المقدس:۔عبارت ہے ظہور وجود حق تعالیٰ سے پست احکام وآ ثار واعیان سے اور یہ دوسری تجلّی ہے مرتب ہے تجلّی اول پر یہ مرأۃ الحقائق سے منقول ہے جو حضرت قدوۃ الکبرا کی تصنیف ہے۔

شرف ق

القابلیۃ الاولیٰ:۔اصل اصول ہے اور یہ تعین اول ہے۔

قابلیۃ الظھور:۔محبت اوّل ہے جس کی طرف اس حدیث قدسی میں ارشارہ ہے۔(جو اس حدیث قدسی کا مشارٌ الیہ ہے) فاجبت ان اُعرف فخلقت الخلق لاعرف (چونکہ میں اس بات کو دوست رکھتا تھا۔کہ میں پہچانا جاؤں پس میں نے مخلوق کو پیدا کیا تا کہ پہچانیں)۔

قاب قوسین:۔امر الٰہی (جس کا نام دائرہ وجود ہے) میں اسماء کے درمیان تقابل کے اعتبار سے قرب اسماء کو قاب قوسین کہتے ہیں۔جس طرح بداء (تخلیق) واعادہ، نزول وعروج، فاعلیۃ وقابلیۃ میں تقابل ہے یعنی یہ وہ اتحاد ہے حق کے ساتھ جس میں تمیز ذاتیہ واعتبار یہ باقی رہتی ہے۔

قرب الفرائض:۔ذات بندہ کا ذاتِ حق میں فنا ہوجانا جب حق آلہ بندہ بن جاتا ہے (کہ اس کا کام حق کا کام ہوتا ہے)۔تو اس کو قرب الفرائض کہتے ہیں۔اور اگر بندہ آلۂ حق بن جاتا ہے تو اس کو قرب نوافل سے موسوم کیا جاتا ہے۔

القبض:۔قبض وخوف ورجاء اور بسط کے درمیان فرق یہ ہے کہ خوف ورجاء کا تعلق متوقع، مرغوب ومکروہ امور سے ہوتا ہے۔(مرغوب سے رجا اور مکروہ سے خوف) لیکن قبض وبسط کا تعلق وقت حاضر سے ہے نہ کہ آئندہ سے (یعنی کسی خاص وقت کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں)۔

القدم:۔سابقہ ازلی اور عنایت لم یزلی ہے۔اپنے اس حکم سے حق تعالیٰ بندہ کو کمال پر پہنچا دیتا ہے اور اس کی استعداد کو تمام وکمال کر دیتا ہے۔بندہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی یہ آخری عطا ہے۔جیسا کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"لایزال جھنم یقول ھل من مزید حتّی یضع الجبار فیھا قدمه فیقول قطُّ ۔ قطُّ۔"(جہنم برابر یہ کہتا رہے گا کہ کچھ اور کچھ اور ڈالو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس میں اپنا قدم رکھے گا پس وہ کہے گا بس! بس!!)۔

اس موہبت آخر کو قدم کہتے ہیں۔کیونکہ قدم آخری عضو ہے کسی شے کی صورت کا اور یہ آخری عطا ہے۔حق تعالیٰ کے عطیوں سے کہ قریب فرماتا ہے بندہ کو کسی اسم سے کہ جب بندہ اتصال پاتا ہے تو کامل ہوجاتا ہے۔

http://Ashrafi.org

قدم الصدق:۔ بے حد اور اعلیٰ درجہ کی لطف وکرم جو اللہ تعالیٰ اپنے صالح اور مخلص بندوں کو عطا فرماتا ہے جیسا کہ اس کا ارشاد ہے۔
"**وَلَبشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَھُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّھِمْ** ط" (الآخر) ۱
(مومنوں کو یہ خوش خبری پہنچا دیجئے کہ ان کے لیے ان کے رب کے نزدیک قدم صدق ہے)

القرب:۔ حق اور بندہ کے درمیان عہد سابق کو وفا کرنے کا نام "قرب" ہے۔

القشر الفراد:۔ ھو العلم الدنی الاجمالی الجامع للحقائق کلھا۔

قشر علم لدنی اجمالی ہے جو تمام حقائق کا جامع ہے۔ یعنی علم باطن مغز کی طرح ہے اور علم ظاہر پوست کی مانند ہے گویا قشر شریعت سے (مغز) طریقت کی حفاظت ہوتی ہے۔ اور طریقت سے حقیقت کی حفاظت کی جاتی ہے اس لیے کہ جس کا حالِ طریقت شریعت سے محفوظ نہیں ہوتا۔ (شریعت اس کی نگہدار نہیں ہوتی) اس کا حال وانجام آخر کار وسوسہ اور خواہش نفسانی بن جاتا ہے۔ ونعوذ باللّٰہ من الحور بعد الکور (میں ترقی کے بعد تنزل سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں ۱) اور جو کوئی حقیقت کی حفاظت طریقت سے نہیں کرتا تو اس کی حقیقت میں فساد پیدا ہو جاتا ہے اور پھر وہ الحاد زندقہ تک پہنچ جاتا ہے۔

القطب:۔ وہ ایک ذات ہے جو تمام عالم میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی نظر کا محل ہے اور وہ قلب اسرافیل علیہ السلام پر ہے۔

القطبیۃ الکبرے:۔ قطب الاقطاب کا مرتبہ ہے اور یہ باطنِ پیغمبر ہے۔ قطب الکبرا صرف حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارثان خاص ہی سے کسی کو یہ منصب ملتا ہے۔ پس قطب الاقطاب خاتم ولایت ہوتا ہے۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے باطن شریف پر (جس طرح آپ خاتم انبیاء ہیں اسی طرح آپ کے باطن شریف پر قطب الاقطاب خاتم ولایت ہوتا ہے)

القیامۃ:۔ موت کے بعد دائمی حیات کی طرف اٹھنا ہے اور یہ تین قسم پر ہے۔ پہلی قیامت موت طبعی کے بعد حیات کی طرف اٹھنا ہے کسی ایک برزخ علوی یا سفلی میں موافق حال دنیا کے مردوں کے جیسا کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کما تبعثون تموتون وکما تموتون تبعثون۔ (جس طرح تم مبعوث ہوئے مروگے اور جس طرح مروگے مبعوث ہوگے)۔ اور یہ قیامت صغرا ہے جس کا اشارہ ہے قول من مات فقد قامت قیامتہ (جو مر گیا اس کی قیامت قائم ہوگئی) اور دوسری قیامت موت سے دائمی قلبی زندگی کی طرف اٹھنا ہے عالم قدس میں جیسا کہ فرمایا کہ ارادہ سے مرجاؤ تاکہ طبیعت سے رہائی

---

۱ پ ۱۱ یونس ۲

۱ تصوف پر تنقید کرنے والے کاش اس قول کو پیش نظر رکھتے۔ کاش ابن جوزی اور ابن تیمیہ نے ان اقوال کا مطالعہ کیا ہوتا۔ مترجم

http://Ashrafi.org

پاؤاور یہ قیامت وسطیٰ ہے جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ او من کان میتا فا سیینا۔(کیا جوتھا مردار توزندہ فرمایا ہم نے) یہ نورولایت بنایا گیا ہے اورتیسری قیامت اٹھنا ہے حق تعالیٰ میں فنا ہونے کے بعد حقیقی حیات کی طرف بقا بالحق کے وقت اور یہ قیامت کبریٰ ہے جس کا اشارہ کیا گیا ہے:۔

فاذا جاء ت الطّا مّۃ الکبریٰ (پس جب آئی قیامت کبریٰ)

القلب:۔ ایک نورانی جو ہر مجرد ہے جو روح ونفس کے درمیان واقع ہے یہ جو ہر انسانیت سے متحقق ہوجاتا ہے حکمانے اس جوہر کو مرکب تسلیم کیا ہے۔اوراس کونفس وبدن میں متوسط سمجھتے ہیں اوراس کوقرآن پاک میں الزجاجہ (شیشہ، کانچ) کے مثل بتایا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشادربّانی میں ہے۔

"اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط۔ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکوٰۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ ط اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ ط ۱"

ترجمہ:۔اللہ نور ہے آسمانوں اورزمین کا۔اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے اوروہ چراغ فانوس میں ہے۔

القوامع:۔ مقتضیات طبع ونفس وہوا سے بازرکھنے والے موانع ہیں۔قوامع اسماءالٰہیہ کی امداد ہیں اورسیر فی اللہ میں تائیدات الٰہی ہیں اہل عنایت پر۔

شرف ک

الکتاب المبین:۔لوح محفوظ کوکہتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے۔ ۲ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مُّبِیْنٍ۔" (ہرخشک اور ہرتر لوح محفوظ میں موجود ہے)۔

الکل:۔حضرت واحدیت الٰہیہ کے اعتبار سے اسم حق ہے جوتمام اسماء کا جامع ہے اوراسی اعتبار سے کہا گیا ہے۔"اَحَدٌ بِالذَّاتِ وَکُلٌّ بِالْاَسْمَاءِ" (ذات کے اعتبار سے احد اوراسماء کے لحاظ سے کل)۔

الکلمۃ:۔ماہیات واعیان حقائق موجودات خارجیہ کے مرواحد سے مراد ہے لیکن معقولات خاص ہیں کلمہ معنویہ کے ساتھ اورکلمہ وجودیہ سے علیحدہ اورکلمہ تامہ سے جدا مجرد۔ وہ ماہیت جو باعتبار وجوداورلوازم وجود کے ہے اس کوحرف غیبیہ کہتے ہیں۔اوراگر ماہیت اپنے لوازم (وجود) کے ساتھ ہے تواُسے کلمہ غیبیہ لکھتے ہیں اوراگر ماہیت وجود بےلوازم کے ساتھ ہوتواُسے حرفِ وجودیہ کہتے ہیں۔

کلمہ آنحضرت:۔کلمۂ کن کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا۔

اِنَّمَآ اَمْرُہٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ٥ ۳

(اس کام کا تو یہی ہے کہ جب کسی چیز کوچاہے تواس کوفرمائے ہوجاتووہ فوراًہوجاتی ہے)۔

کلمہ کن محل صورت میں ارادتِ کلیہ ہے وہ ارادہ کرنے والے کے ارادہ کا تعلق ہے۔ مراد کے ہونے سے

---

۱ پ ۱۸ النور ۳۵ ۲ پ ۷ الانعام ۵۹ ۳ پ ۲۲ یٰسٓ ۲۲

http://Ashrafi.org

کمال ذاتی:۔ ذات کا ظہور ہے اپنے بطون میں اور اندراج الکل ہے اس کی وحدت میں اسکی تمام صورتوں اور احکام کے ساتھ جو مراتب الٰہیہ کونیہ میں مشاہدہ میں آتے ہیں اور ثابت ہوتے ہیں اور ظہور میں آتے ہیں اور اس اعتبار سے کمال ذاتی ظہور موجودات سے مستغنی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے[۱] اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْن ٥ (اللہ تعالیٰ تمام عالموں سے مستغنی ہے۔) بعض ارباب طریقت فرماتے ہیں کہ کمال ذاتی تعین اول میں ہے اور کمال اسماء تعین ثانی میں۔

کمال اسمائی:۔ ظہور ذات ہے تعینات میں موافق معلومات علمیہ کے صور خارجیہ میں جو آئینہ صفات ہیں اور موسوم ہیں غیر وسِوا سے تو شے کا ہونا اس کا ہونا ہے شے میں بالقوہ

الکشف:۔ کشف سے مراد وہ عقیدۂ یقینیہ ہے جو قطع علائق کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ جب کہ خداوند کی طرف متوجہ کامل ہو۔ کشفِ مقام جمع سے پہلے ہے اس لیے کہ کشف جمع کو فرق کے ساتھ جمع کر دیتا ہے۔

الکنز المخفی:۔ هویت احدیت مکنو نه در غیب (غیب میں پوشیدہ ہویت احدیت) یہی ہویت ہر باطن کا بطون ہے۔

الکمنود:۔ شریعت میں تارک فرائض ہے اور طریقت میں تارک فضائل ہے اور حقیقت میں وہ نادان ہے۔ جو اس چیز کا خواہاں ہو جس کو خدا نہیں چاہتا اور جو مشیت حق میں حق سے نزاع کرتا ہے اور نعمت حق کا حق شناس نہیں ہے۔

کون الفطور:۔ غیر مشیت ہے اور یہاں فطور حق سے تعین کی وجہ سے خلق کی تمیز ہے۔ معنی اس کے یہ ہیں تکثیر واحدی جو حق ہے تمیز تعینات کے باعث موجب تفرقہ و جمعیت الٰہیہ واحدیہ ذاتیہ نہیں ہے۔

کوکب الصبح:۔ پہلا نور جو تجلیات و اطلاق سے رخ کرتا ہے اس مظہر پر جو نفس کلیہ کی مظہریت کے ساتھ متحقق ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ [۲] فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْهِ اللَّیْلُ رَاٰکَوْ کَبًا ج (پس جب ان پر رات کا اندھیرا آیا (کچھ رات بھیگی) تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا)۔

الکیمیا:۔ موجود پر قناعت اور مفقود کے لئے تشویش کو ترک کر دینا۔ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہ فرماتے ہیں القناعت کنزٌ لا یغنیی (قناعت ایسا خزانہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا)۔

کیمیائے سعادت:۔ اخلاق کی درستگی ہے کمینگیوں سے بچنے اور نفس کو برائیوں سے پاک کرنے اور فضیلتوں کے حاصل کرنے اور زیور کمالات سے آراستہ ہونے سے۔

کیمیاء العلوم:۔ باقی رہنے والی اُخروی پونجی کو بعوض دنیوی مٹنے والی تھوڑی چیز کے بدل لینا ہے۔

---

[۱] پ ۱۰ عنکبوت ٦ [۲] پ ۷ انعام ۷۷

http://Ashrafi.org

کیمیاءالخواص:۔ دل کا خالص کر لینا ہے کون سے مکون کے پردہ میں۔

شرف ل

اللائح:۔ جو نور تجلی سے ظاہر ہو پھر پوشیدہ ہو جائے اور اسکو بارقہ اور خطرہ بھی کہتے ہیں۔

اللاھوت:۔ وہ حیات جو تمام اشیاء میں جاری و ساری ہے اور اس کو عالم احدیت بھی کہا گیا ہے بعض نے اس کا اطلاق وحدت پر کیا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ ناسوت اس کا محل ہے اور یہ روح ہے۔

اللب:۔ وہ عقل جو نور قدس سے منور ہو اور اوہام و تخیلات کے قصور سے پاک صاف ہو۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ط اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ع ۵ ۱

ترجمہ:۔ کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہیں۔ نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں۔

لبُّ اللّب:۔ مادۂ نور الٰہی قدیم ہے جس کے باعث عقل تائید پاتی ہے اور تخلیات و اوہام کے قصور سے باہر آ کر علوم صحیحہ کا ادراک کرتی ہے جو بالا ہیں اس مدرک کے ادراک سے جس کا دل کون سے لگاؤ رکھتا ہے اور یہ علم محفوظ ہے اُس عالم کی سمجھ سے جو پردہ میں ہے علم رسمی کے اور وہ حسن سابقہ سے ہے جو مقتضی ہے حسن خاتمہ کا۔

اللبس:۔ یہ وہ صورِ عنصریہ ہیں جو حقائق روحانیہ کا لباس ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ۵ ۲ (اور اگر ہم فرشتہ کو نبی بناتے جب بھی اسے مرد ہی بناتے اور ان پر وہ وہی شبہ رکھتے جس میں اب پڑے ہیں)۔

اور اسی لبس کی وجہ سے حقیقۃ الحقائق صور انسانیہ ہیں جیسا کہ اس کلام قدسی میں اشارہ فرمایا گیا ہے اَولیائی تحت قبائی لا یعرفھم غیری (اولیاء میری قبا کے نیچے ہیں اور ان کو میرے سوا اور کوئی نہیں پہچانتا)۔

اور اللبس وہ ہے جس سے پند الٰہی واقع ہو ان کانوں کو جو یاد کرنے والے ہیں اسکو۔ جس کا ارادہ فرماتا ہے کہ ان کو سکھائے۔

لسان الحق:۔ انسان کامل ہے جو مظہریت اسم المتکلم سے متحقق ہو۔

اللطیفہ:۔ وہ اشارہ جس کے معنے دقیق ہوں مگر اُس اشارہ سے ایک معنیٰ فہم میں روشن ہو جو عبارت میں نہ آ سکے۔

اللطیفہ الانسانیہ:۔ لطیفہ انسانیہ کو حکماء نفس ناطقہ سے تعبیر کرتے ہیں اور صاحب دل حضرات "دل" کو کہتے ہیں۔ اور حقیقت میں روح کا تنزل ہے نفس کے مرتبہ قریبہ کی طرف۔ اس کو نفس سے ایک اعتبار

---

۱ پ ۲۳ الزمر ۹ ۲ پ ۷ انعام ۹

http://Ashrafi.org

سے مناسبت ہے اور ایک اعتبار سے روح سے مناسبت ہے اگر وجہ اول موجود ہو تو اس لطیفہ انسانیہ کو صدر کہتے ہیں اور اگر وجہ ثانی موجود ہو تو پھر اس کو دل لکھتے ہیں۔

اللوح:۔ وہ کتاب مبین ہے اور نفس کلیہ کو کہتے ہیں۔

اللوائح:۔ بجلی کی طرح ظاہر ہوتا ہے اور فوراً چھپ جاتا ہے۔ لوائح لائحہ کی جمع ہے اس کا اطلاق اس شئی پر کیا جاتا ہے جو حِس کے لیے عالم مثال سے ظاہر ہو اور یہ کشف صوری سے ہے لیکن پہلے معنی کے لحاظ سے لائحہ کشف معنوی سے ہے جناب قدس سے۔

اللوامع:۔ روشن انوار جو مبتدی کے لئے پیدا ہوتے ہیں کمزور نفس والوں پر یہ نور عالمِ خیال سے حسِ مشترک کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور وہ اس کا حواس ظاہر سے مشاہدہ کرتے ہیں اور ان انوار کو مثل تاروں اور چاند سورج کے انوار کی طرح دیکھتے ہیں اور ان انوار سے ان کا ماحول روشن ہو جاتا ہے اگر یہ انوار قہر ہیں تو سرخ رنگ میں ظاہر ہوتے ہیں اور اگر انوار لطف کے غلبہ سے ہیں تو زرد اور سبز رنگ میں نظر آتے ہیں۔

لیلۃ القدر:۔ وہ رات ہے جو سالک کو تجلی خاص سے مشرف کراتی ہے تاکہ وہ اس تجلی کی بناء پر اپنے قدر و مرتبہ کو پہچان سکے جو محبوب کی نظر میں ہے۔ اور یہ وقت سالک کے وصول کی ابتداء ہے عین جمع تک اور اہل کمال کے لئے معرفت میں ایک مقام ہے (یعنی اہل کمال کا معرفت میں یہ ایک مقام ہے)۔

شرف م

المسالک والمسلوک لاجلہ:۔ عمل معنوی میں سب سے عظیم عمل ہے اور یہ انسان کامل کی حقیقت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (حدیث قدسی)۔ لولاك لما خلقت الافلاك (اگر آپ کی ذات مقصود نہ ہوتی تو یقیناً افلاک کو پیدا نہ کرتا)۔ شیخ ابو طالب مکی قدس سرہ اپنی تصنیف قوت القلوب میں فرماتے ہیں۔ افلاک دائرہ ہیں بنی آدم کے انفاس کے ساتھ ساتھ۔ شیخ اکبر (محی الدین عربی) کا بھی یہی ارشاد ہے۔

مائۃ القدس:۔ وہ علم ہے جو نفس کو پاک کرتا ہے طبیعتوں کے میل سے اور خواہش کی برائیوں کی نجاست سے یا شہود حقیقی ہے تجلی قدیم کا جو حدث کو دفع کرنے والا ہے۔

المبدائیہ:۔ یہ محض ایک اضافت ہے ذات صمدیت کی تقدیم کے اعتبار سے حضرت واحدیت کے ساتھ کہ تمام تعینات کا منشا وہی ہے اور اسماء و صفات و اضافات و اعتبارات عقلیہ کی ایک نسبت ہے۔

http://Ashrafi.org

المبداء:۔ اعتبارات واضافات اور نسبتوں کا سرچشمہ وخزانہ ہے ظاہر وجود و باطن ہے میدانِ تعلقات واذہان میں اور وجود مطلق واحد واجب العبادات ہے تعین وجود سے نسبتِ علمیہ ذاتیہ میں اور اس نسبت کی حیثیت سے محقق حق کو مبداء کہتے ہیں۔

مبادي النهايات:۔ عبادت کے فروض (فرایض) ہیں جیسے۔ نماز، روزہ وغیرہ نہایت صلوٰۃ کمال قرب ہے اور حقیقت سے واصل کرنے والی ہے۔ اسی طرح نہایت زکوٰۃ از روئے صدق واخلاص مشغولیت حق میں غیر حق کا بذل ہے۔ (غیر حق سے تعلق ختم کر دینا) نہایت صوم رک جانا ہے یا خود کو روک لینا ہے رسوم خلقیہ سے اس طرح کہ ذات حق میں فنا ہو جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (حدیث قدسی) الصوم لی وانا اجزی بہ (روزہ صرف میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا ہوں)۔ اسی طرح نہایت حج یہ ہے کہ معرفت کا وصول ہو اور بقا بعد از فنا کا تحقق ہو اسلئے کہ تمام مناسک حج جو وضع کئے گئے ہیں وہ منازل سالک کو اس مقام احدیت تک پہنچا دیتے ہیں جہاں جمع وفرق موجود ہے۔

المبادی الاول:۔ جیسے عقلِ کل ونفس کل اور دوسرے نزول کے مراتب نوع اخیر تک۔

مبنی التصوف:۔ بروایت [۱] ابو محمد رویم تین خصلتیں ہیں فقر واحتیاج اور صرف وایثار اور ترک اعتراض واختیار۔

المحقق بالحق:۔ وہ محقق ہے جو حق تعالیٰ کا مشاہدہ کرتا ہے۔ ہر متعین میں بغیر اس کے تعین کے کیونکہ اللہ تعالیٰ اگر چہ مشہود ہے ہر مقید میں اس کے اسم یا صفت یا اعتبار یا حیثیت سے وہ محصور نہیں ہوتا ان مقیدات میں اور نہ مقید ہوتا ہے اس تقید سے، یہ تقید نہ اطلاق ہے اور نہ تقید۔

المحقق بالحق والخلق:۔ وہ صاحب نظر جو اس امر کا مطالعہ کرے کہ ہر مطلق وجود میں اپنے تقید کی کوئی وجہ رکھتا ہے اور ہر مقید کی اطلاق کے ساتھ ایک وجہ موجود ہے اور وہ اس امر کا بھی مشاہدہ کرے کہ وجود حقیقی ایک ہے اس کی وجہ وجہ مطلق ہے اور ایک وجہ سے مقید ہے اس منظر کا مشاہدہ بطریق ذوق کے متحقق ہوتا ہے حق اور خلق کے ساتھ اسی طرح فنا وبقاء کے ساتھ۔

المجذوب [۲]:۔ وہ شخص ہے جس کو حق تعالیٰ اپنے لئے قبول فرمائے اور اپنی بارگاہ انس کے لئے اس کو اختیار فرمالے اور اپنے باب مقدس سے اس کو تقدیس عطا فرما کر مقدس بنا دے اور تمام نعمتیں اس کو اس طرح عطا فرمادے کہ وہ تمام مقامات کو بغیر کسی تکلیف و مشقت و طلب کے طے کرلے۔ اس فقیر (یعنی حضرت

---

۱ شیخ الشیوخ ردم (بن احمد المتوفی ۳۰۳ھ) تفصیل کے لئے دیکھئے نفحات الانس از حضرت جامی قدس سرہ وطبقات الصوفیہ

۲ کتاب التعریفات میں مجذوب کی تعریف اس طرح کی گئی ہے۔ کہ مجذوب وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ بندوں میں سے چن لے اور وہ بغیر جہد وکوشش کے تمام مراتب ومقامات عالیہ پر پہنچ جائے (تعریفات)۔

http://Ashrafi.org

اشرف سمنانی (قدوۃ الکبرا) کے خیال میں چونکہ مجذوب مقامات کلیہ کو طے نہیں کرتا ہے اس لیے اس کو مشیخت اور اقتدائی کے لئے مناسب خیال نہیں کیا گیا (وہ مقتدا اور شیخ نہیں بن سکتا) مجذوب کے مراتب چہارگانہ ان شاءاللہ آئندہ بیان کیے جائیں گے۔

المجال الکلیہ والمطالع الاصلیہ والمنصات:۔ یہ مفاتح الغیوب کے مظاہر ہیں اور یہ پانچ ہیں اول مرتبۂ وحدت ہے جو تعین اولیٰ ہے کہ اس کے اوپر مرتبہ لاتعین واطلاق اور احدیت صرف کا ہے۔ ثانی مرتبہ واحدیت کہ تعین دوم ہے، سوم ارواح ہیں چہارم امثال اور پنجم اجسام۔

مجمع البحرین:۔ بارگاہ قاب قوسین ہے بحر وجوب وامکان کے اجتماع کی وجہ سے کہا گیا ہے کہ وہ بارگاہ جمع الوجود ہے باعتبار جمع ہونے اسماء الٰہیہ وحقائق کونیہ کے۔

مجمع الاھواء:۔ بارگاہ جمال مطلق ہے کہ کوئی خواہش بغیر اس جمال کے میلان نہیں کرتی مگر اس کے التفات سے۔

مجمع الاضداد:۔ یہ ہویت مطلق اضداد ہے

المحبۃ الاصلیۃ:۔ محبت ذاتیہ ہے یعنی خود اپنا محبوب ہے اور خود اپنا محب ہے اور یہ محبت اصلیہ تمام اقسام محبت کی اصل ہے، دوست کے درمیان جو دوستی ہوتی ہے تو یا ذات میں مناسبت کیوجہ سے یا طرفین کی وجہ سے یا متحد ہونے کی وجہ سے وصف میں یا مرتبہ میں یا حال میں یا فعل میں اور اگلوں نے کہا ہے کہ محبت تو محبوب کی محبت ہے۔

المحفوظ:۔ وہ ہے جس کی حفاظت مخالفتِ قول وفعل اور ارادت میں حفیظ مطلق فرماتا ہوتا کہ وہ جو کچھ کہے یا کرے یا وہ جو چاہے وہ حق کو پسند ہو اور وہ نہ چاہے مگر اس کو جسے خدا چاہے۔

محوار باب الظواھر:۔ اوصاف عادات کو اور بری خصلتوں کو ہٹانا ہے اور اس کے مقابل اثبات ہے اور وہ احکام عادات کو قائم کرنا اور اخلاق پسندیدہ کو حاصل کرنا ہے۔

محوار باب السرائر:۔ علتوں اور آفتوں کو زائل کرنا ہے۔ اور یہ اثبات بندہ کے اخلاق ورسوم افعال واوصاف کے رفع کرنے سے ہے، حق کے افعال واخلاق وصفات کی تجلیوں سے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (حدیث قدسی) کنت سمعه الذی یسمع به (میں بندہ کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے)۔ (محوار باب السرائر کا یہ وصف ہے)۔

محوالجمع ومحوالحقیقی:۔ وحدت میں کثرت کا فنا ہو جانا۔

محو العبودیہ و محوعین العبدیۃ:۔ اعیان کی طرف وجود کی اضافت کو ساقط کردینا ہے کیونکہ اعیان شیون ذاتیہ ہیں ظاہر حضرت واحدیت میں بحکم عالمیت کے اور اعیان معلومات ہمیشہ معدوم العین ہیں اور وجود حق ہے ظاہر آئینہ اعیان میں اور آئینہ باعتبار وجود عین نظر آتا ہے اور اعیان

http://Ashrafi.org

اس بناء پر کہ ممکنات ہیں، معدوم اور اعیان ممکنات کے لئے آثار ہیں اُس وجود میں جو ظاہر ہے اعیان میں اور وجود عین حق ہے اور وجود کی نسبت اعیان کی طرف ایک اعتباری نسبت ہے اور افعال و تاثیرات وجود کے تابع ہیں اور اعیان معدوم اور معدوم نہ مؤثر ہوسکتا ہے نہ فاعل بلکہ موجود حق ہے۔تعالیٰ شانہ وجل جلالہ ایک اعتبار سے حامد اور ایک اعتبار سے محمود، پس حق ہے جو عابد ہے باعتبار تعین وتقید کے صورت عبد میں اور وہ ایک شان ہے شیون ذاتیہ سے اور حق معبود ہے باعتبار اطلاق کے اور ذات عبد نے عدم اصلیہ میں جگہ پائی۔

۱؎ وَمَارَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رمٰى ج (اور نہیں پھینکا تم نے جب کہ پھینکا تم نے لیکن اللہ نے پھینکا)۔اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے

"۲؎ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ۔"

(نہیں ہوتی سرگوشی تین لوگوں کی مگر وہ اُن کا چوتھا ہے اور نہ پانچ کی مگر وہ اُن کا چھٹا ہے اور نہ کم کی اس سے اور نہ زیادہ کی مگر وہ اُن کے ساتھ ہے) اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ۳؎ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْآ اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ (بے شک کفر کیا جنھوں نے کہا کہ اللہ تین کا ایک ہے)۔

پہلی آیت میں اثبات فرمایا کہ چوتھا ہے تین کا دوسری آیت میں تین کے دوسرے تیسرے کی نفی فرمائی کیونکہ اگر کوئی ایک تین سے وہ ہوتا تو ممکن ہوتا ان کی طرح اس کی شان اس سے پاک و برتر ہے ہاں اگر چوتھا ہو تو تین کے سوا ہو، باعتبار حقیقت کے اور عین اُن تین کا ہو باعتبار وجود کے یا غیر ہو باعتبار تعینات غیر کے اور عین غیر ہو باعتبار حقیقت عین کے۔

المحق:۔ وجود عبد کا ذات حق میں فنا ہو جانا۔جس طرح محو ہے کہ افعال عبد کا فعال حق میں فنا ہو جانا ہے۔اسی طرح وجود عبد کا ذات حق میں فنا ہو جانا محق ہے۔طمس صفات حق میں بندہ کی صفات کا فنا ہو جانا ہے۔ ہر وہ فعل جو کسی شیئ سے صادر ہوا اس کو فاعل مطلق (فعال لمايريد) کا فعل سمجھنا، دوسرے یہ کہ ہر صفت جو کسی موصوف میں پائی جائے اس میں صفات حق کا مشاہدہ کرنا۔اور طمس وجود نہ پائے غیر وجود حق کے۔

المحاضرہ:۔حق کے ساتھ دل کی حضوری ہے اس طرح کہ اسمائے حق تعالیٰ وتقدس سے فیض حاصل کیا جائے۔

المحاذات:۔غیر حق کو فراموش کر کے بندہ کا حاضر ہونا ہے ذات حق کے ساتھ مراقبہ میں۔

المحادثہ:۔عالم ملک سے کسی صورت میں ظاہر ہو کر بندہ سے حق تعالیٰ کا خطاب فرمانا جس طرح شجرۃ الطور سے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خطاب فرمایا۔

المخدع:۔مقام سرّ قطب ہے افراد واصلین سے۔

المدد الوجودی:۔ حق تعالیٰ موجودات کی مدد فرماتا ہے نفس رحمانی سے وجود میں تاکہ ترجیح دیتا ہے وجود عالم کو عدم عالم پر اور وہ تحلیل ہونے میں بدل دیتا ہے غذا سے اور نفس کو مدد عطا فرماتا ہے ہوا سے جو

۱؎ پ۹ الانفال ۱۷ ۲؎ پ ۲۸ المجادلہ ۷ ۳؎ پ۶ المائدہ ۷۳

http://Ashrafi.org

ظاہر و محسوس ہے لیکن جمادات وافلاک وروحانیات تو عقل حکم کرتی ہے ان کے وجود کے رجحان کی ہمیشگی پر مرجح کی وجہ سے اور مشاہدہ حکم کرتا ہے کہ ہر ممکن ہر آن میں خلق جدید ہے جیسا کہ فرمایا۔

"بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۞ ۱؎" (بلکہ وہ نئے بننے سے شبہ میں ہیں)۔

المراتب کلیۃ:۔ اول مرتبہ ذات احدیت ہے دوم مرتبہ حضرت الٰہیہ ہے اس کا نام مرتبہ حضرت واحدیت ہے۔ سوم مرتبہ ارواح مجردہ چہارم مرتبہ نفوسِ عالم جسے عالم ملکوت و عالم مثال بھی کہتے ہیں۔ پنجم مرتبہ ملک ہے جسے عالم شہادت بھی کہتے ہیں۔ ششم مرتبہ کون و جامع یعنی انسان کامل جو مجلی ہے تمام مجموع اور تمام صور کا۔ اس طرح یہ مجالی یا مراتب جو پانچ کہے جاتے ہیں دراصل چھ ہیں۔ اس لئے کہ مجالی مظہر ہیں اور مظہر ہی سے مراتب ظاہر ہوتے ہیں۔ ذات احدیت کے مجلی چھ ہیں۔ یہ واضح رہے کہ ذات احدیت میں تعداد کا اعتبار نہیں کیا جائے گا بلکہ اعتبار ذاتِ احدیت ہی اعتبار کا سبب ہے کیونکہ عالمیہ اور معلومیہ اور اس مرتبہ کے تنزلات تمام مراتب کی اصل ہیں اور اس مرتبہ کے علاوہ مجالی باطن ہے یا ظاہر اور ذاتِ احدیت کی مجلی انسان کامل ہے۔

مرأت الکون:۔ وجود وحدانیت کا وہ مضاف ہے جس میں تمام اکوان اور ان کے اوصاف و احکام ظاہر ہوتے ہیں اور وہ خود ظہور اکوان کے باعث مخفی و مستور ہو جس طرح آئینہ کا جمال اور وجہ مرأۃ ظہور صور (صورتوں کے ظہور) کے باعث پوشیدہ رہتا ہے۔

مراۃ الوجود:۔ وہ تعینات جو شیئون باطنہ سے منسوب ہیں اور اکوانِ شیؤن کی صورتیں ہیں اور شیون تعینات کے ساتھ وہ وجود متعین ہے جو وجود کے آئینہ میں شیون کی ظاہری صورتیں ہیں وجود واحد ان صور اکوان میں متعین ہے۔

مراۃ الحضرتین:۔ حضرت وجوب و امکان، اور آئینہ حضرتین انسان کامل ہے کہ وہ حضرت الٰہیہ کا آئینہ ہے جو مظہر ذات ہے اپنے تمام اسماء کے ساتھ۔

المسافرۃ:۔ بندہ کے لئے ہے سرّ میں اور عرف میں رات کی گفتگو ہے۔

مسالک جوامع الاثنیۃ:۔ اسمائے ذاتیہ کے ساتھ ذکر ذات ہے بغیر اسماء وصفیہ وفعلیہ کے بلکہ عارف اسمائے ذاتیہ کے ساتھ اور ذاکر کا شہود اسماء ذاتیہ ذات ہے اور ذات مطلق ہے جو تمام اسماء کی اصل ہے اور تعظیم مطلق کے وجود کی اصل ہے جس میں تمام اوصافِ حق شامل ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی ثنا کی جائے اس کے علم یا وجود یا قدرت کے ساتھ تو گویا ان اوصاف کے ساتھ اس کو مقید کر دیا گیا۔ اور حق کی ثنا اگر اسماء ذاتیہ سے کہیں جیسے قدوس اور سبوح اور سلام اور غنی اور اسی طرح کے دوسرے اسماء تو حق کی ثنا اور مجموع اسماء کہہ دیا گیا۔

مستوی الاسم الاعظم:۔ بیت الحرام ہے جو حق کے ساتھ وسعت پذیر ہے، یعنی کامل صاحب دل کا دل ہے۔

۱؎ پ۲۶ سورہ قٓ ۱۵

http://Ashrafi.org

المعرفت:۔ حضرت واحدیت ہے جو تمام اسماء الٰہیہ کا منشا ہے۔

المستھلک:۔ ذات احدیت میں فنا ہوجانے والا اس طرح کہ اس سے کوئی رسم باقی نہ رہے۔

المسئلۃ الغامضہ:۔ اعیان ثابتہ ہیں کہ صور اسمائے الٰہیہ حضرت علمیہ میں وجود کی احدیت کے اعتبار سے عین واجب الوجود ہیں۔

المستریح:۔ وہ بندہ ہے جس کو خداوند تعالیٰ سرِّ قدر سے مطلع فرمادے اور اس طرح وہ یہ مطالعہ کرے کہ جو کچھ مقدور ہے اس کا وقت معلوم پر وقوع پذیر ہونا واجب ہوگا اور جو کچھ مقدور نہیں ہے اس کا وقوع ممتنع اور محال ہے جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ المقدور کائن (جو مقدور ہے وہ ہوگا)۔

مشارق شمس الحقیقت:۔ عین احدیت میں فنائے کامل سے پہلے تجلیات ذات کا نام ہے۔

مشارق الفتح:۔ یہ تجلیات اسمائیہ ہیں اور تجلیات اسمائیہ اسرارِ غیب اور تجلیات ذات کی کنجیاں ہیں۔

مشرق الضمائر:۔ وہ منور جس کو اللہ تعالیٰ آگاہی فرمادے آدمیوں کے دلوں پر اسم الباطن کے نور تجلی کی بزرگی سے جیسا کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر دلوں پر مطلع تھے۔

المضاھات بین الشیون والحقائق:۔ حقائق کونیہ کی ترتیب ہے حقائق الٰہیہ پر جو اسماء ہیں کہ ان اسماء کی ترتیب جب شیون ذاتیہ پر ہوگی تو یقیناً یہ اکوان ظلال اسماء ہوں گے۔ اور اسماء ظلال تیون۔

المضاھات بین الاکوان:۔ اکوان کی نسبت ہے حضرات ثلاثہ یعنی حضرت وجوب وحضرت امکان وحضرت جمع بین الوجوب والامکان سے۔ جو کچھ اکوان میں موجود ہے وجوب کے ساتھ اس کی نسبت جس قدر زیادہ قوی ہوگی اتنا ہی وہ اشرف واعلیٰ ہوگا جیسا کہ ملکیہ وروحیہ و لبسیطہ فلکیہ اگر یہی نسبت امکان کے ساتھ قوی ہوگی تو پھر اتنا ہی اخس اور ادنیٰ ہوگا جیسا کہ سفلیہ عنصریہ ولبسیطہ ومرکبہ اور جس کی نسبت حضرت جمع سے زیادہ ہوگی وہ حقیقت انسانیہ ہوگی۔ اور ہر انسان جو امکان کی طرف زیادہ مائل ہوگا اور احکام کثرت کا اس میں غلبہ ہوگا وہ کافروں اور محجوبوں میں شمار ہوگا اور اگر وجوب کی طرف اس کا میلان زیادہ ہوگا اور احکام وحدت کا اس پر غلبہ ہوگا اس کا شمار سابقیں و صدیقین میں ہوگا جیسے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ اور اگر یہ میلان برابر اور مساوی ہوگا تو پھر دنیا میں اس پر کان مقتصراً من المومنین (وہ ایمان لانے والوں میں مقدار پر صبر کرنے والا تھا)۔ کا اطلاق ہوگا اور باعتبار اختلاف کے دو طرفوں میں سے کسی ایک طرف اگر جھکاؤ ہے تو ان پر یہ ارشاد صادق آئے گا۔ اختلف المومنون فی قوت الایمان وضعفہ (مختلف ہیں ایمان کی قوت اور ضعف کے اعتبار سے ایمان والے)۔

المطالعہ:۔ عارفوں کے لئے حکم سلطانی (حکم خداوندی) کے ابتدائی توقیعات (فرامین) ہیں اور عارفوں سے سوال ہونے سے اس کے بارے میں جو راجع ہو حوادث ومطالع کی طرف بولا جاتا ہے نورانیت مشاہدہ پر زمانہ انوار فرمان اس کی چمک کی ابتداء میں۔

http://Ashrafi.org

المطلع:۔ قرآن پاک کی تلاوت کے وقت (جو ذات خداوندی کا کلام ہے) متکلم کا شہود ہے جو اس صفت کلام کے ساتھ متجلی ہے جس کا موردوہ آیت ہے جیسا کہ امام جعفر صادق نے ارشاد فرمایا لقد تجلی اللہ لعبادہ فی کلامہ ولکن لا یبصرون بصفة الهیته هی مصدق تلك الایة (اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں اپنے بندوں کے لئے جلوہ فرما ہوتا ہے لیکن وہ اسے دیکھتے نہیں صفت الہیہ سے جو اس آیت کے موجب ہے۔

منقول ہے کہ ایک روز مسجد میں امام موصوف پر حال طاری ہو گیا اور وہ سجدہ میں گر کر خاموش ہو گئے۔ جب وہ کیفیت ختم ہوئی تو ان سے اس کیفیت کے بارے میں لوگوں نے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا۔ ماذلت اکدرایته حتی اسمعها من المتکلم (میں ہمیشہ اس آیت کو پڑھا کرتا تھا یہاں تک کہ آج میں نے اس کو اس کے متکلم سے سنا) اور شیخ الاسلام شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ مرہ نے اس سلسلہ میں ارشاد فرمایا کہ اس وقت امام کی زبان شجر موسیٰ علیہ السلام کی طرح تھی کہ انہوں نے اس درخت سے انی انا اللہ کی آواز سنی۔ اور مشاہدہ جو مطالع وہ عام ہے کیونکہ مقام شہود حق ہے ہر شے میں کہ جلوہ فرما ہے اس صفت سے جس صفت کی وہ شے مظہر ہے جیسا کہ وارد ہے حدیث میں مامن ایةٍ الاّ ولها ظهرٌ وبطن ولکل حرف حدٌّ و لکلّ حدٍّ مطلعٌ (کوئی ایسی آیت نہیں جس کی پشت پر ظاہر اور باطن نہ ہو۔ ہر حرف کے لئے ایک حد ہے اور ہر حد کے لئے ایک مطلع ہے)

معالم اعلام الصفات:۔ حضرت شیخ نعمت اللہ ولی فرماتے ہیں کہ معالم اعلام سے مراد انسان کے اعضائے شریفہ ہیں۔ جیسے آنکھ۔ کان۔ کہ اس محل پر صفات کے معانی واصول ظاہر ہوتے ہیں گویا یہ اعضا معلم محل ظہور ہیں۔ مثلاً معالم الدین معالم الطریق۔

المعلم الاول ومعلم الملک:۔ حضرت آدم علیہ السلام ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَنۡبِئۡهُمۡ بِاَسۡمَآئِهِمۡ [1] (اے آدم علیہ السلام ان فرشتوں کو ان چیزوں کے نام کی خبر دیجئے)

مغرب الشمس:۔ تعیناتِ حق کے باعث ذاتِ حق کا پنہاں ہونا ہے اور روح کا جسم میں پردہ میں رہنا۔

مفتاح سرّ القدر:۔ ازل میں اعیان ممکن (الوجود) کی استعداد کا اختلاف ہے۔

المفتاح الاول:۔ غیب الغیوب یعنی احدیت صرف میں تمام اشیاء کا اندراج ہونا جس طرح شجر (درخت) کا گٹھلی میں موجود ہونا۔ اس کو حروف الاصلیہ سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔

مفرح الاحزان احراج مفرح الکروب:۔ ایمان بقدر اخراج مفرح احزان ہے۔

المفیض:۔ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء میں سے ایک اسم ہے کیونکہ حضور اللہ تعالیٰ کے ناموں سے

---

[1] پ ۱ سورہ البقرہ ۳۳

http://Ashrafi.org

متحقق اورافاضۂ نورہدایت کے مظہر ہیں اور سب کے لئے واسطہ وذریعہ ہیں۔

مجموع المقام:۔ ہراسم کے حقوق کا ادا کرنا ہے کیونکہ اگر اس منزل کے حقوق جس میں ہے وفا نہ کرے (جو اس کی ذات میں موجود ہیں) تو سالک اوپر کے مقام پر ترقی نہیں کرسکتا مثلاً اگر قناعت کے ساتھ تحقیق نہ پائے تو اس کے لئے توکل درست نہیں ہے اور حقیقت توکل کی تحقیق نہ ہو تو تسلیم کی منزل اس میں درست اور صحیح نہیں ہوسکتی اور اسی طرح دیگر امور سمجھو اور وفا کرنے سے مراد یہ نہیں ہے کہ جب تک درجہ سافل سے سالک میں کچھ بھی باقی رہے گا اس وقت تک وہ مقام عالی پر ترقی نہیں کرسکے گا۔ ایسا نہیں ہے بلکہ بہت زیادہ سافل کے بقایا اور اس مقام کے درجات عالیہ مقام عالی میں محسوس ومعلوم ہوتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ مقام عالی سالک کی ملکیت بن جائے اور اس مقام پر اسے اس طرح ثبات حاصل ہو کہ وہ سالک کا حال بن جائے اور اس مقام کا نام اس پر پورے طور پر صادق آئے۔ حصول معنی مقام عالی اس طرح ہو کہ وہ اس کا مسمیٰ بن جائے تاکہ اسے متوکل یا قانع کہا جاسکے یعنی اسم اپنے مسمیٰ کے ساتھ پایا جائے مقام کو مقام اسی سبب سے کہتے ہیں کہ سالک کو اس مقام پر اقامت حاصل ہوتی ہے۔

مقام تنزل الربانی:۔ یہ نفس رحمانی ہے یعنی مراتب تعینات میں وجود حقائق کا ظہور۔

المکانت:۔ منازل عنداللہ میں یہ ایک منزل ارفع واعلیٰ ہے اور اس کا اطلاق مکان کی مکانت (مکان ہونے) پر کیا جاتا ہے جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فِیۡ مَقۡعَدِ صِدۡقٍ عِنۡدَ مَلِیۡكٍ مُّقۡتَدِرٍ ۝ [1] (بڑے اقتدار والے بادشاہ کے پاس مقام صدق میں)۔

المشاھدۃ:۔ اس کا اطلاق دلائل توحید کے ساتھ اشیاء کی رویت پر ہوتا ہے۔ اشیاء میں رویت حق کو بھی مشاہدہ کہتے ہیں اور حقیقت یقین بلا شک پر بھی اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

المکاشفہ:۔ تحقیق امانت بالفہم پر اس کا اطلاق کیا جاتا ہے اور کسی زیادتی حال کے تحقق پر اس کا اطلاق کرتے ہیں کبھی بمقابلہ تحقیق اشارہ کو مکاشفہ کہا جاتا ہے۔

المرید:۔ وہ جس کی ارادت ناقدہ ہے اس طرح سے کہ مرید ہے ارادہ حق کے ساتھ۔ وہ جو سب سے بے لگاؤ ہے اللہ کی طرف اسم سے اور کہا گیا ہے کہ مرید وہ ہے جو ارادہ سے علیحدہ ہو۔

المراد:۔ وہ مجذوب ہے اس کے ارادہ سے مع امور کے مہیا کرنے کے تو وہ بغیر مشقت کے رسوم ومقام کا بڑھ جانا ہے۔

المحو:۔ اوصاف عادت کا ہٹانا ہے اور کہا گیا کہ علم کا زائل کرنا ہے اور کہا گیا کہ حق جس کا نشر وتنقیہ فرمائے۔

---

[1] پ ۲۷ سورہ قمر ۵۵

المجاھدۃ:۔ بدنی مشقتوں کونفس کا برداشت کرنا ہےاور ہر حال پر خواہش کی مخالفت ہے۔

المکر:۔ باوجود مخالفت کے نعمتوں کا پے درپے آنا ہےاور مع بے ادبی کے حال کا باقی رکھنا ہےاور بغیر کام وسعی کے آیات وکرامات کا ظاہر کرنا ہے۔

الملک:۔ عالم شہادت کا نام ہےاس کو عالم محسوس بھی کہتے ہیں۔

الملکوت:۔ ملک کے مقابل میں عالم ملکوت ہے جس کو عالم غیب بھی کہتے ہیں۔صرف غیب نہیں بلکہ عالم غیب حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ جس زمانہ میں شیخ عبدالرزاق کاشانی (صاحب شرح کاشانی) کا مجھے شرفِ خدمت حاصل تھا اس وقت میں نے حضرت سے ملکوت کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اصطلاح میں بعض مشائخ کے نزدیک اس کے معنی''عالم معانی'' کے ہیں جو''عالم قوت'' کے مقابل میں ہے۔لیکن اس فقیر کے نزدیک حضرت واحدیت سے مراد ہے کہ اعیان ثابتہ اس کے مظہر ہیں۔حضرت اجمالی کو بھی عالم ملکوت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔یہ بھی احتمال رکھتا ہے کہ حضرت واحدیت ہے۔

مدالھم:۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو واسطۂ افاضۂ حق ہیں اور جس پر چاہتے ہیں بندوں سے اس کی مدد فرماتے ہیں اہل ایمان مرد و عورت کی نور ولایت سے مدد فرماتے ہیں۔

المناصفہ:۔ وہ انصاف ہے جو حسن معاملہ حق اور خلق کے ساتھ ہو۔اس فقیر (حضرت مخدوم اشرف سمنانی) کے نزدیک باہمی نزول ہے جو جانبین کے درمیان ہے۔

المنھج الاول:۔ تمام صفات واسماء کا مرتبت ذات میں انتشار ہےاور وہ اہل نظر جو بینا ہو گیا ہو مرتبۂ اسماء وصفات کے نور سے تمام مرتبۂ ذات میں اس کو راہ دکھائی گئی ہو قریب ترین راستہ اور پہلے طریق میں۔حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ منہج اوّل سے مراد سفر اوّل ہے۔ حضرت شاہ نعمت اللہ ولی فرماتے ہیں کہ سالک کی ابتدا ہے آغاز سلوک میں مصطلحات کے اس مختصر مجموعہ میں جو کچھ فارسی میں مذکور ہے وہ حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کے فرمودات ہیں جو اس فقیر نے اس سے حاصل کئے ہیں اور بعض اصطلاحِ کبیر حضرت شیخ صدرالدین قونوی قدس سرہٗ کی توضیحات ہیں [1]۔

منقطع الواحد:۔ غیر کا انقطاع کلی، عین جمع احدیت ہے (اعتبار غیر نہیں)۔

منقطع الاشیاء:۔ حضرت وجود اور حضرت جمیع کو کہتے ہیں۔

---

[1] حضرت قدوۃ السالکین قدوۃ الکبرا جہانگیر اشرف سمنانی قدس سرہ نے اکثر مصطلحات کی توضیح فصیح و بلیغ عربی زبان میں کی ہے۔لیکن لطائف کے ترجمہ میں اس امتیاز کو قائم نہیں رکھا جا سکتا تھا۔تمام فارسی اور عربی عبارات کا ترجمہ اردو میں اس ہیچمدان شمس بریلوی نے پیش کر دیا ہے۔مختصر عربی عبارات بھی کہیں کہیں پیش کر دی ہیں۔

http://Ashrafi.org

منتھی المعرفۃ:۔ حضرت واحدیت ہے حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے۔ اگر چہ تمام سالکوں کا سلوک مرتبہ واحدیت تک ہے لیکن اس فقیر اشرف کے نزدیک مرتبۂ وحدیت تک ہے، اکثر عارفوں کو یہ قول عجیب معلوم ہوگا لیکن حضرت غوث الثقلین قدس سرہٗ کے مقامات سے یہ امر ظاہر ہوجاتا ہے مگر من لم یذق لم یدرع (وہی اس لطف کو جان سکتا ہے جس نے اس شراب کی لذت پائی ہے) کہ حضرت واحدیت منشاء غیر ہے انشاء نفس رحمانی کے اعتبار سے۔

المناسبۃ الذاتیۃ:۔ حق اور انسان کامل کے درمیان یہ مناسبت الذاتیہ دو وجہوں سے ثابت ہے۔

(۱) بسبب ضعف تاثیر مراتب جو اُس کی تجلّی کو متعین ہے اس حیثیت سے کہ حاصل نہیں کرسکتا کسی صفت کو جو مخالف ہو اسکی تقدیس میں بغیر تعین کے کیونکہ قادح نہیں ہے۔ عصمتِ وجدان و وحدانیت حق اور اس کے خلق میں اکثر احکام امکان و خواص وسائط سے۔ (۲) بندہ کا متصف ہونا صفاتِ حق کے ساتھ اور اسماء الٰہیہ کے ساتھ اس کا تحقق! اگر کبھی ایسا ہو کہ وجہ اوّل کے ساتھ مناسبت بغیر ثانی کے پائی جائے تو محبوب مقرب ہوگا اور وجہ ثانی کا حصول بغیر وجہ اوّل کے محال ہے دونوں صورتوں میں مراتب کثیرہ ہیں لیکن امر اوّل (یا وجہ اوّل) میں موافق غلبہ نور وحدت کے کثرت پر اور ضعف غلبۂ وحدت کے کثرت پر اور قوت تسلط احکام وجوب کے امکان پر اور کمزوری اُس کی، لیکن امر ثانی میں اس کا تحقق ہے مجموع کے ساتھ یا تحقق بعض کا ہے بغیر بعض کے اگر یہ مناسبت ہر دو وجوہ کے ساتھ حاصل ہوجائے تو بوجہ اوّل کے جو کمال ہے محبوب حق و مقصود بالذات ہو اور بحیثیت حقیقت کے برزخ البرزاخ و آئینۂ ذات والوہیت معاً ہوجائے۔

المنازلۃ:۔ شیخ نے فتوحات میں فرمایا کہ جان لو کہ منازلت دو فاعلوں کا فعل یہاں ہے اور وہ دو میں سے ہر ایک کا تنزل ہے کہ دوسرے کو طلب کرتا ہے اور اُس پر نازل ہوتا ہے دونوں مجتمع ہوتے ہیں راستہ میں ایک مقام معین میں اور اُس کا نام منازلہ ہے بسبب طلب کرنے ہر ایک کے اس نزول کو دوسرے پر اور یہ نزول بر بنائے حقیقت بندہ کی جانب سے ترقی ہے اور ہم نے اس کا نام نزول اسی لئے رکھا ہے کہ بندہ اس ترقی سے نزول بالحق چاہتا ہے۔

المیمون:۔ یہ وہ مہتم بالشان ملائکہ ہیں جو جمال حق کے شہود کی شدت کے باعث مشاہدہ حق میں اس طرح مشغول ہیں کہ یہ ان کو نہیں معلوم کہ خدائے تعالیٰ نے آدم (علیہ السلام) کو پیدا کیا ہے چوں کہ وہ غیر حق سے غائب ہیں اس لئے وہ سجدہ آدم کے لئے مکلف نہیں تھے۔

الموت:۔ خواہشات نفس کا ختم کردینا موت اختیاری ہے اور اگر نفس حیوانیہ میل نہ کرے لذتوں اور نفسانی شہوتوں اور بدنی تقاضاؤں کی طرف تو ضرور مائل ہوگا سفلی جانب کو اور اپنے مرکز میں نفس ناطقہ کو جذب کرے گا۔ اس صورت میں دل یعنی نفس ناطقہ کی موت واقع ہوجائے گی حیات حقیقت علمیہ

http://Ashrafi.org

سے موت جمیلہ کی طرف اور اگر نفس جو صاحب مراد ہے اپنی خواہشات سے باز رہے گا تو وہ محبتِ اصلیہ کے سبب سے جو حبّ الوطنِ من الایمان ۔(وطن کی محبت ایمان ہے) کا اقتضاء ہے اپنے اصل وطن میں پہنچ کر نور سے زندہ ہو جائے گا۔ یہ اس کی حیات ذاتیہ ہوگی۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ موت توبہ کا نام ہے جیسا کہ ارشاد ہے فَتُوبُوٓا اِلٰی بَارِئِکُمْ فَاقْتُلُوٓا اَنْفُسَکُمْ ط[۱] (تو توبہ کرو اپنے خالق کی طرف پس قتل کرو اپنی جانوں کو) اسی مخالفت نفس کو جہادِ اکبر کہا گیا ہے

الموت الابیض:۔ اس سے مراد بھوک ہے، جس کا پیٹ مر گیا اس کا دل زندہ ہو گیا۔

الموت الاخضر:۔ رنگا رنگ پیوندوں کی گدڑی پہننا حسین اور نرم و نازک لباس کو ترک کر کے گدڑی پر قناعت کرنا۔

الموت الاحمر:۔ نفس کی مخالفت کرنا موت احمر ہے۔

الموت الاسود:۔ مخلوق کی ایذا رسانی کا بغیر رنج و غم کے برداشت کرنا یا یہ کہ لذت یاب ہونا اگر یہ محبوب کی طرف سے ہو توکل ما یفعل المحبوب محبوب"۔ (جو کچھ محبوب کرتا ہے وہ محبوب اور پسندیدہ) کا مصداق سمجھنا۔ بعض مشائخ نے کہا ہے کہ فنا ہو جانا ہے محبوب میں اس کے شہود سے اُس سے فعل محبوب میں فناء افعال کے مشاہدہ سے بلکہ محبوب میں اپنے اور خلق کے نفس کو فنا ہو جانے کے مشاہدہ سے اگر نفس موت اسود سے فنا ہو جائے تو اس وقت دل زندہ ہو جاتا ہے۔

المیزان:۔ ترازو میں اقوال شدیدہ (اقوال راست) اور افعال حمیدہ کا ان کے اضداد سے وزن کر سکنا اور یہ عدالت ہے اور وحدت حقیقت کا ظل ہے جو مشتمل ہے علم شریعت، علم طریقت، علم حقیقت پر ان علوم کا محقق تحقیق کے بعد عالم بن جاتا ہے۔ مقامِ احدیت جمع و فرق کا۔ اہل ظاہر کی میزان شریعت ہے اور اہل باطن کی میزان وہ عقل ہے جو نورِ قدس سے منور ہے اور اہل خواص کی میزان علم طریقت ہے اور ارباب خاص الخواص کی میزان عدل الٰہی ہے اور عدل الٰہی کا تحقق انسان کامل کے مناصب میں سے ایک منصب ہے۔

شرف ن

النبوّت:۔ خبر دینا ہے حقائق الٰہیہ سے یعنی معرفت ذاتِ حق ، اسماء صفات ، اور خداوند تعالیٰ و تقدس کے احکام سے اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک نبوت تعریف ہے یعنی صفات ذات و اسماء ذات سے خبر دینا دوم نبوت تشریح جو خبر دینا ان سب سے مع تبلیغ احکام اور تادیب اخلاق (تعلیم اخلاق) تعلیم حکمت کے اس کی اور بہت سی قسمیں ہیں، یہ نبوت رسالت کے ساتھ مخصوص ہے۔

---

[۱] پ ۱ سورہ بقر ۵۴

http://Ashrafi.org

النجبا:۔ یہ وہ چالیس حضرات ہیں کہ ان میں سے ہر ایک دنیا والوں کے کاموں پر مامور ہے ان کی کیفیت ،تصریح وتوضیح لطیفۂ سابقہ میں بیان کی جا چکی ہے۔

النفس:۔ لطائف غیوب سے دلوں کی تفریح (فرحت پذیری) کا نام ہے۔محب کے اس اُنس کو بھی کہتے ہیں جو محبوب کے ساتھ ہے۔

النفس الرحمانی:۔ وہ وجود اضافی ہے کہ وحدانیت حقیقت میں ہے اور کثرتِ غیوب معانی میں ہے۔یعنی حضرت واحدیت میں اعیان کے احکام (جو ایک کثرت ہے) جس طرح حروف کی صورتیں ہیں اپنے مخارج کے ساتھ اوّل وآخر میں اسی طرح نفس انسانی بھی مختلف ہو جاتا ہے نفس رحمانی تزویج اسمائی ہے جو احاطہ اسم الرحمٰن کے ماتحت داخل ہے۔

نفس انسانی:۔ باطن سے ظاہر کی طرف گرم ہوا کا چھوڑنا ہے اور تازہ ہوا کا اپنے اندر لانا ہے۔سانس راحت رساں ہے سانس لینے والے کے لئے۔

النفس:۔ ایک بخار لطیف ہے اور ایک پاکیزہ جوہر شریف ہے جو قوت حیات اور حس وحرکتِ ارادیہ ہے۔حکما اس کو روح حیوانی کہتے ہیں۔یہ بدن اور نفس ناطقہ کے درمیان ایک واسطہ ہے اور قرآن پاک میں شجرۃ الزیتونیہ کے نام سے موسوم ہے اور مبارکہ کی صفت سے موصوف ہے۔جو نہ شرقیہ ہے اور نہ غربیہ یعنی نہ شرق عالم ارواح مجرد سے ہے۔اور نہ غرب عالمِ کثیفہ سے متعلق ہے۔

النفس الامّارہ:۔ طبیعت بدنیہ کی طرف مائل رہتا ہے اور لذات شہوانیہ کا ایک حکم ہے (لذات شہوانیہ پر ابھارتا ہے) اور دل کو سفلیہ کی طرف کھینچتا ہے یہ نفس ماوائے شر اور منبع اخلاق ذمیمہ ہے (تمام اخلاق ذمیمہ کا سرچشمہ ہے) اور افعال سیئہ کا مخزن ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ [۱] (بے شک نفس امارہ برائی کی طرف راغب کرتا ہے)۔

النفس اللوّامہ:۔ وہ نفس جو نورِ دل سے ہدایت یاب ہوا اور خواب غفلت سے بیدار ہوجائے اور اصلاح دل میں کوشاں ہو۔ ربوبیت اور خلقیت کے درمیان اگر ظلمانیت کی بنا پر اس سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس کے تدارک اور تنبیہ کے لئے خداوندی نور کو اپنے لئے ضروری اور لازمی قرار دے اور نفس کے گناہ سے بذریعہ استغفار کے درگاہ رحیم وغفار کے حضور میں رجوع کرے اس سبب سے اللہ تعالیٰ نے اس کو قسم کے ساتھ یاد فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے [۲] لَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَۃِ ٥ (میں قسم کھاتا ہوں اس نفس کی جو بہت ملامت کرنے والا ہے)۔

النفس المطمئنہ:۔ لباس صفات ذمیمہ کو اتار کر اخلاق حمیدہ کی خلعت لطیف کو پہننے والا نفس ٗ نفس مطمئنہ ہے۔

---

[۱] پ۱۳ سورہ یوسف ۵۳ [۲] پ۲۹ سورہ قیامۃ ۲

http://Ashrafi.org

اور دل کی طرف پوری طور سے توجہ کر کے نہایت جناب اقدس کی طرف جو پاک ہے حسِ ظلمانیہ کی خباثت سے پہنچنے کی کوشش کرے۔ طاعت وبندگی پر ہمیشہ قائم رہے اور درگاہ رفیع الدرجات پر ساکن ہوجائے تا کہ بارگاہ ایزدی سے اس طرح اس کو خطاب ہو۔

یٰۤاَیَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ ۝ ارۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرۡضِیَّةً ۝ [1]

(اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی)

النکاح السّاری فی جمیع الذراری:۔ حسن کی توجہ ہے جو حق تعالیٰ نے فرمایا کُنۡتُ کَنۡزًا مَخۡفِیًا (تھا میں خزانہ پوشیدہ) اشارہ ہے خفا وغیبت کی سبقت کی طرف اور ظہور وتعین کا اطلاق سبق از لی ذاتی پر ہے قول اس کا فَاَحۡبَبۡتُ اَنۡ اُعۡرَفَ (تو چاہا میں نے کہ پہچانا جاؤں)۔اشارہ ہے امید اصلی وحب ذاتی کی طرف جو وصل ہے درمیان خفا وظہور کے اور لِاُعۡرِفَ اشارہ ہے بجائے اصل کے اس کی طرف اور یہ وصلت اصل نکاح ہے جو ساری ہے تمام اہل وعیال میں اور وحدت مقتضی ہے حسب ظہور احدیت کی جو ساری ہے تمام مراتب تعینات مرتبہ و تفاصیل کلیات میں اور وحدت نگہبان کثرت ہے کیونکہ کثرت کو شامل ہے تمام صورتوں میں پریشانی وتفرقہ واقتران سے یہ وحدت کی کثرت سے وصلت ہے اور وہ نکاح اول ہے مرتبہ حضرت وحدیت میں احدیت وجود اضافی کے ساتھ تمام مراتب اکوان میں یہاں تک کہ حصول نتیجہ میں حدود وقیاس وتعلیم وتعلم وغذا ومتغذی ومرد وعورت میں اور یہ حب ذاتی مقتضی ہے محبت ومجوبیت کو بلکہ عالم مقتضی ہے عالمیت و معلومیت کو اور یہ نکاح اول وحدت کا ساری ہونا ہے کثرت میں اور ظہور تثلیث سبب ہے اتحاد کا تاثیر وفاعلیت ومفعولیت سے اور وہ نکاح ساری ہے تمام اہل وعیال میں۔

نهایت سفر اوّل:۔ وجہ احدیت سے حجاب کثرت کا اُٹھ جانا۔

نهایت سفر الثانی:۔ حجاب وحدت کا اٹھ جانا علمیہ باطنہ سے۔

شعر

کثرت چو حباب و حدتش آب — کثرت ہے حباب وحدت ہے آب
بردار حجاب آب دریاب — کر رفع حجاب تا ملے آب

نهایت السفر الثالث:۔ ظاہر و باطن دونوں قیدوں سے تقید کو زائل کردینا یا ان کا زائل ہوجانا ہے۔ احدیت عین جمع میں حصول کی وجہ سے۔

نهایت السفر الرابع:۔ حق سے خلق کی طرف رجوع ہونا ہے اور خلق کا اضمحلال حق میں۔ اس سفر کی نہایت

---

[1] پ ۳۰ سورہ فجر ۲۷،۲۸

http://Ashrafi.org

میں عین واحد کو صورت کثرت میں مشاہدہ ومطالعہ کرنا ہے اور صورت کثرت کو عین وحدت میں دیکھنا ہے۔

نون والقلم:۔ ''ن'' حضرت احدیت میں علم اجمالی کو کہتے ہیں اور قلم حضرت تفصیل ہے۔

النور:۔ حق تعالیٰ کے اسمائے حسنٰی میں سے ایک اسم ہے اور وہ ایک تجلی حق ہے اسم ''الظاہر'' کے ساتھ یعنی مجموع اکوان کی صورتوں میں ظاہر کا وجود اور ان تمام چیزوں پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ جو پیدا ہوتی ہیں علوم ذاتیہ سے اور ارادت الٰہیہ سے جو خلق کے طالب ہیں۔

نورالانوار:۔ حق تعالیٰ ہے کہ جملہ انوار کا نور ہے اور وہ عین ثابتہ ہے۔

شرف و

الواؤ:۔ تمام موجودات میں وجہ مطلق کا نام ہے۔

الواحدیت:۔ اعتبار ذات کو کہتے ہیں اس لحاظ سے کہ اسماء واحدیت کی پوشیدگی واستتار اسماء بذات میں ہے اور تکثر اسمائے صفات کے ساتھ ہے (لہٰذا اسماء بذات ایک اعتبار سے الواحدیت ہے)۔

الواحد:۔ اسی اعتبار کے ساتھ (جو واحدیت میں مذکور ہوا) اسم ذات ہے۔

الوارد:۔ جو نازل ہو دل پر عمل عبد کے حقائق سے [1]

الواقعہ:۔ عالم غیب سے جو کچھ دل پر وارد ہو جس طرح بھی اس کا ورود ہو۔

واسطۃ الفیض وواسطۃ المدد:۔ انسان کامل ہے جو خلق اور حق کے درمیان ایک رابطہ ہے دونوں جانب سے مناسبت ہونے کی وجہ سے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے حدیث قدسی میں:- لولاك لما خلقت الا فلاك۔ (اگر نہ ہوتے آپ تو پیدا نہ کرتا آسمانوں کو)۔

الوتر:۔ سقوط اعتبار کے لحاظ سے ذات کی ایک حالت ہے اسلئے کہ احدیت کو غیر کے ساتھ کوئی نسبت نہیں ہے۔ بلکہ کسی چیز کو اس سے نسبت نہیں ہے۔

الوجود:۔ حق کا اپنی ذات کے ساتھ اپنی ذات کا وجدان ہے، اس اعتبار سے حضرت جمع کو حضرت وجود بھی کہا جاتا ہے۔

وجھا الھدایہ:۔ جذبہ وسلوک کی غایت کو کہتے ہیں۔ اور ان دونوں سے مراد ہدایت ہے۔

وجھا الاطلاق والتقید:۔ اعتبار ذات کو کہتے ہیں جب کہ جمیع اعتبارات ساقط ہوجائیں اور اعتبار ذات ذات کا ہے موافق تمام اعتبارات کے کیونکہ ذات وجود ہے من حیث ہو ہو (جو ہے جیسی بھی وہ ہے) اور وجود اعتبار مطلق کے سقوط کے مطابق

---

[1] حضرت ہجویری رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں'' کہ حلول معانی جو دل میں آئے تعریفات میں الوارد کی تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ خواطر پسندیدہ سے جو کچھ دل پر ولد دہو بغیر تفکر اور تدبر کے۔ مترجم

http://Ashrafi.org

ذات ہے یعنی وہ حقیقت جو ہر شئے کے ساتھ ہے، بغیر مقارت کے موافق عدم محض کے تو ضرور وجود شے کا مقارن نہ ہوگا کہ اُس کے ساتھ موجود ہو اور آپ معدوم ہو اور ہر شے غیر ہے بغیر ندایلت کے کہ غیر وجود اعیان معدومہ ہیں اور اگر وجود شے سے جدا ہو تو وہ شے موجود نہ رہ جائے۔

والمعدوم:۔ لیس بشئ عندنا (کوئی شے نہیں ہے ہمارے نزدیک) اور اشیاء وجود کی وجہ سے موجود ہیں اور آپ معدوم اگر وجود کو قید تجرد سے مقید کرلے یعنی اس قید سے کہ نہیں ہے اس کے ساتھ کوئی شے تو واحدی ہے اور اس کا غیر اس کے ساتھ نہیں ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔''کان اللّٰہ ولم یکن معہ شیٔ ۔'' (تھا اللہ اور نہ تھی اس کے ساتھ کوئی چیز)۔ محققین نے کہا ہے کہ وہ اب ہے جیسا تھا اور اگر مقید کریں اس کے ساتھ کہ شے ہے تو وہ عین مقید ہے جیسا کہ تم نے جانا کہ غیر وجود ہے وجود کی وجہ سے موجود ہو سکتا ہے اگر تجلی کرے کسی صورت میں اور اپنے کو منسوب مقید کرے اس صورت سے اور جب اضافت کو ساقط کرے تو وہ صورت بغیر وجود کے معدوم ہو جائے۔ یہ ہے ترجمہ قول موحد کا جو فرمایا کہ توحید اضافتوں کا ساقط کرنا ہے اور ٹھیک ہو جو کہیں کہ موجود عین حقیقت واجب الوجود ہے اور ممکن میں زائد اور شک نہیں کہ سیاہ کی سیاہی اور انسان کی انسانیت ان کے وجود کا غیر ہے۔

الوجہ الحق:۔ حضرت شاہ نعمت اللہ نے فرمایا۔ مصرعہ

ہر چہ بینی بوجہ حق ہمہ اوست
(جو بھی دیکھو بوجہ حق ہے وہی)

اس لئے کہ کسی شے کی حقیقت نہیں ہے سوائے حق کے کہ وہی حقیقت ہے اہل حقائق کے نزدیک اور عین حق کہ مقیم ہے تمام اشیاء میں اور وہ قیوم ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''فَاَیۡنَمَا تُوَلُّوۡا فَثَمَّ وَجۡہُ اللّٰہِ ؕ[1] (تو تم جس طرف بھی رخ کرو گے وہاں ذات الٰہی موجود ہے)۔ اہل نظر جب بنظر کشف قیومت کا مشاہدہ کرتا ہے تو وہ وجہ حق کو تمام اشیاء میں دیکھتا ہے۔

وجہ جمع العابدین:۔ تمام عالم کی توجہ اس کی بارگاہ کی طرف ہے اور وہ حضرت الوہیت ہے۔

الورقا:۔ نفس کلیہ کو کہتے ہیں جو قالب عالم ہے اور وہی لوح محفوظ اور کتاب مبین ہے۔

وراءِ اللبس:۔ واحدیت سے پہلے حضرت احدیت میں حق ہے کیونکہ حضرت واحدیت حضرت ثانی ثانیہ ہے اور اس کے بعد حضرت تلبیس ہے معانی اسماء و حقائق اعیان میں اس کے بعد صورتِ روحانیہ میں اس وقت صورت مثالیہ میں آخر صورت جسمیہ میں۔

الوصف الذاتیہ الحق:۔ احدیت جمع ہے اور وجوب ذاتی اور ذات عالم سے غنی ہے۔

---

[1] پ ۱ سورہ البقرہ ۱۱۵

الوصف الذاتی للخلق:۔امکان ذاتی اور احتیاج ذاتی ہے۔

الوصل:۔وحدت حقیقت ہے جو بطون وظہور کے مابین واصلہ ہے۔بعض مشائخ نے وصل کو''سبق رحمت بہ محبت'' کا حاصل کہا ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔''فاجبلت ان اعرف فخلقت الخلق۔(میں نے پسند کیا کہ میں پہچانا جاؤں پس خلق کو پیدا کیا)۔بعض حضرات نے اس کو قیومیتِ اشیاء سے تعبیر کیا ہے اس لئے کہ قیومیت حق سے کثرت وصل پاتی ہے بعض بعض سے اور بالفعل اس کا تنزہ اشیاء عین حدوث ہے، حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا جس نے فصل سے وصل کو اور سکون سے حرکت کو پہچانا وہ قرار فی التوحید کی منزل پر پہنچ گیا،حرکت سے مراد سلوک ہے اور سکون سے قرار عین احدیت ذات ہے۔وصل کی ایک تعبیر یہ بھی کی گئی ہے کہ بندہ کا اپنے اوصاف سے گذر کر اوصاف حق میں فنا ہو جانا وصل ہے اور یہ اسمائے الٰہی کا تحقق ہے جو احصاء اسماء سے تعبیر کیا جاتا ہے۔جیسا کہ سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من احصا ھا دخل الجنۃ۔(جس نے احصاء کرلیا وہ جنت میں داخل ہوگیا)۔

الوصل الفصل:۔جمع فرق ہے یعنی کثرت میں وحدت کا ظہور، جو سبب وصل ہے فصلوں کے لئے بسبب اتحادِ کثرت کے وحدت سے جس طرح کہ فصل وصول ظہور کثرت ہے وحدت میں کیونکہ کثرت فصل کرنے والی ہے وصل وحدت میں اس کے لئے کثرت ہے تعینات میں جو موجب ہے قسم قسم کے ظہور وحدت ہونے کا مختلف فوائد میں جیسے اختلاف وجہ واحد کا چند آئینوں میں۔

الوصل الاصل:۔جانے کے بعد لوٹنا ہے اور نزول کے بعد عروج کا نام ہے اور ہم میں سے ہر ایک نے اعلیٰ مراتب سے جو عین احدیت ہے تنزل کیا ہے وہ اعلیٰ مراتب یا عین احدیت ازل میں وصل مطلق تھا ادنیٰ ہبوط سے جس کا نام عالم عناصر ہے بعض تو اس ہبوط یا تنزل میں غایت پستی میں اسفل السافلین تک پہنچ گئے اور بعض نے اس سے سلوک کی طرف رجوع کرلیا اور السیر الی اللّٰہ و فی اللّٰہ میں مصروف ہو کر صفات حق سے انصاف پیدا کیا اور ذاتِ حق میں فنا ہو گئے تا کہ پھر وہی وصل حقیقی میسر آ جائے جو ازل میں میسّر تھا۔

الوفا بالعھد:۔اپنے اس عہد سے عہدہ برآ ہونا جو اپنے پروردگار سے اسکی ربوبیت کے اقرار کی صورت میں [1] اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ ط کے جواب میں بلیٰ کہہ کر کیا تھا۔

الوفا بحفظ العھد التصرف:۔عہد کے حفاظت کی نگہداشت کرنا چاہیئے تا کہ ترک عبودیت نہ ہونے پائے اور عطائے تصرفات اور خرق عادات کے وقت تم اپنے عجز سے غافل نہ رہو۔

الوقت:۔دل کا حاضر وقت ہونا تا کہ وقت حال میں جو کچھ رونما ہو اگر وہ حق کے تصرف سے بغیر کسب کے ہے تو تیرا

---

[1] پ ۹ سورہ الاعراف ۱۷۲

http://Ashrafi.org

فعل رضائے الٰہی کے مصداق ہونا چاہیئے اور تجھے وقت کے حکم میں ہونا چاہیئے اور خاطر میں غیر کا خطور دگز نہیں ہونا چاہیئے اور اگر اس تصرف کو اپنے کسب سے متعلق پائے تو پھر جو کچھ اس میں اہم ہو اس کو اختیار کر لے۔ اور ماضی و مستقبل کا خیال ترک کر دے کہ وہ حال فوت شدہ ہے اگر تو ماضی و مستقبل کے تدارک کی فکر کرے گا تو یہ وقت کا ضائع کرنا ہے۔ الصوفی ابن الوقت کے مطابق صوفی کو صرف حال کو پالینا ضروری ہے۔

الوقت الدائم:۔ ہمیشہ رہنے والا آن ہے۔

الوقفۃ:۔ وقفہ سے مراد و مقامات کے درمیان ٹھہرنا ہے تا کہ مقامِ اوّل کی تنویر کے حقوق سے جو حق ادا کرنے سے باقی رہ گیا ہے اُسے ادا کر سکے اور سامان کرنے کے لئے اس کا جو ترقی کرے گا مقام ثانی کے آداب سے۔

الواجد:۔ جو دل کو ان احوال سے جو اس کے لئے غیب ہوں مشاہدہ سے بدل دے۔

الولہ:۔ وجد کا زیادہ ہونا۔

الوجد الوقوف الصادق:۔ مراد حق کے ساتھ ٹھہرنا ہے یعنی بندہ کی مراد مرادِ حق ہو۔

ولی اور والی:۔ اس کے معانی پچھلے لطیفہ میں آ چکے ہیں۔

شرف ہ

الھا:۔ اعتبار ذات ہے بلحاظ حضور کے۔

الھواء:۔ اعتبار ذات ہے بلحاظ غیب و فقدان کے۔

الھباء:۔ ایک مادہ ہے کہ مصور اجسام عالم کی صورتوں کو اس میں پیدا کرتا ہے۔ اس کو عنقا بھی کہتے ہیں، حکماء نے اس کا نام (ہیولیٰ) ہیولا رکھا ہے حضرت امام نے اس کو ''ہبا'' فرمایا ہے۔

الھیولا:۔ جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا ہے بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام کا نام ہے ہر وہ باطن جس سے صورت ظہور میں آتی ہے اس کو ہیولا (ہیولیٰ) کہتے ہیں۔

الھجوم:۔ قوت دقت سے دل پر جو کچھ وارد ہو بغیر تکلف و تصنع کے۔

الھیبط:۔ دل پر جلالِ الٰہی کے مشاہدہ کا اثر اور کبھی اس جمال سے ہوتا ہے جو جلال کا جمال ہے۔

ھمت الآفات:۔ درجات پر پہنچنے کی ہمت کا پہلا درجہ ہے یہی باقی کی طلب پر اکساتا ہے اور فانی کے ترک پر آمادہ کرتا ہے:۔

ھمت الانفس:۔ ہمت کا دوسرا درجہ ہے اس ہمت کے صاحب کا دل لگا ہوا ہے۔ اجر عمل پر (عمل کی طرف رغبت دلانا ہے۔) اور اس کا دل عمل کے ثواب کا جو وعدہ کیا گیا ہے اس وعدہ کی توقع رکھتا ہے اس طرح وہ مشاہدہ حق کی طلب نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی بندگی میں احسان کی امید پر مصروف رہتا ہے۔

ھمت ارباب الھمم العالیۃ:۔ یہ ہمت کا تیسرا درجہ ہے بلند ہمتیں سوائے حق کے اور کسی سے متعلق نہیں رہتیں اور اس کے غیر کی طرف التفات نہیں کرتیں۔ یہ ہمت کا اعلیٰ مرتبہ ہے بلکہ یہاں تک یہ صاحب

http://Ashrafi.org

ہمت احوال ومقامات پر بھی راضی نہیں ہوتا اور اسماءٔ وصفات کی منزل پر بھی توقف نہیں کرتا۔ اور سوائے عین ذات کے کسی طرف نظر نہیں اٹھاتا۔

الھوی:۔ نفس کا تقاضائے طبع کی طرف جھکنا ہے اور بلندی سے پستی کی طرف اعراض کرنا ہے اور زیادتی محبت سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

الھویت:۔ حقیقت جو عالم غیب میں ہے۔

الھمۃ:۔ یہ ان تین صورتوں میں بولا جاتا ہے (۱) بمقابلہ دل کے آرزوں سے خالی کرلینے کے (۲) بمقابلہ ابتداء صدق مرید کے (۳) بمقابلہ ہمتوں کے صفاء ایام سے۔

شرف ی

الیاقوت الحمراء:۔ وہ نفس کلیہ ہے جو نور اور ظلمت سے ممتزج ہے (نور اور ظلمت کی باہم ملاوٹ ہے) اس کا تعلق جسم سے ہے برخلاف عقل مفارق کے کہ اس کو درۃ البیضاء سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

الیدان:۔ اسماء الٰہیہ متقبالہ ہیں جیسے عالم تعین میں فاعل اور قابل اسی اعتبار سے حق تعالیٰ نے ابلیس سے فرمایا۔ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ؕ ۱ (تجھے کون سی چیز مانع ہوئی ہے اس سے کہ تو سجدہ کرے اس کو جسے میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا)

بعض حضرات نے اسکو حضرت وجوب وامکان سے تعبیر کیا ہے اور حق یہ ہے کہ تقابل اسم ہے فاعل میں بھی تقابل پایا جاسکتا ہے جیسے جمیل اور جلیل اور تقابل میں فاعل دیکھا جاسکتا ہے۔ جیسے راجی اور خائف۔

یوم الجمعہ:۔ ملاقات ورسائی کا وقت ہے تعین جمع سے۔ شعر

بعین جمع داخل کہ شود یوم جمعہ این باشد مبارک جمع باشد اگر روزے چنان باشد

(جمعہ کا دن ہے کہ کچھ مجمع ہوجائے اور یہ مجمع کیا مبارک ہوگا جو اس دن جمع ہو۔)

یوم العید:۔ سالک کا جمع الجمع سے واصل ہونا۔ اس کے لئے وہی یوم عید ہے۔

الیقین:۔ یقین کے چند مرتبے ہیں اہل شریعت وطریقت وحقیقت سے ان کے عقائد واحوال ورسائی کے موافق مشاہدہ کی حالت میں اور اس دنیا میں یہی یقین ہے اور دیدار کا وعدہ ہے کل کو۔

یقین کے سلسلہ میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ الیقین الایمان کلہ (یقین مکمل ایمان ہے)۔ ابوسعید الخدری کا ارشاد ہے کہ علم وہ ہے جو تجھے عمل میں رکھے اور یقین وہ ہے جو تجھے اٹھائے رہے۔ ابومنصور طوسی کا ارشاد ہے کہ درویشی چار چیزوں کی محتاج ہے۔ علم جو ہموار کرے ذکر جو اُنس پیدا کرے، تقویٰ جو برائی سے روکدے، اور یقین جو عمل پر ابھارے۔

حضرات صوفیہ کی متداولہ کتب اور ان کے رسائل میں جو مصطلحات مذکور ہیں وہ ہم نے مختصراً بیان کردیں۔

---

۱ پ ۲۳ سورہ ص ۷۴

http://Ashrafi.org